بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE DEBATES
GOVERNMENT OF PAKISTAN

Monday, February 10, 1986

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (State Bank Building), Islamabad, at half past ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*Recitation from the Holy Quran*)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ
أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿١٤٤﴾ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ
تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ
الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ
بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾
لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ
وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿١٤٨﴾ إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ
تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴿١٤٩﴾

ترجمہ :- شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اے اہل ایمان ! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لو۔ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم بردار ہو گئے، تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور خدا عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اگر تم خدا کے شکر گزار ہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اور خدا تو قدر شناس اور دانا ہے۔ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو اعلانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو، اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اگر تم لوگ بھلائی کھلم کھلا کرو گے یا چھپا کر، یا برائی سے درگزر کرو گے تو خدا بھی معاف کرنے والا اور صاحب قدرت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE DEBATES
GOVERNMENT OF PAKISTAN

Monday, February 10, 1986

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (State Bank Building), Islamabad, at half past ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*Recitation from the Holy Quran*)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ
بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْۗءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ
تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

ترجمہ :- شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اے اہل ایمان ! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لو۔ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم بردار ہو گئے، تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور خدا عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اگر تم خدا کے شکر گزار ہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اور خدا تو قدر شناس اور دانا ہے۔ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو اعلانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو، اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اگر تم لوگ بھلائی کھلم کھلا کرو گے یا چھپا کر، یا برائی سے در گزر کرو گے تو خدا بھی معاف کرنے والا اور صاحب قدرت ہے۔

QUESTIONS AND ANSWERS

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سوالات۔ جناب میرداد خیل صاحب

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: سوال نمبر ۹۲۔

COMMERCIAL ATTACHES

92. ***Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel :** Will the Minister for Commerce be pleased to state :

(a) the number of Commercial Attaches appointed in foreign countries; and

(b) the number of officers from among the above, who belong to the N.W.F.P. and the places of their posting in foreign countries?

Prince Mohyuddin Baluch (Answered by Syed Tasneem Nawaz Gardezi) : (a) 37.

(b) Four. posted at Bonn, Madrid, Tripoli and Sao Paulo.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب عالی میں پہلے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب کا نام کیا ہے؟

سید تسنیم نواز گردیزی (وزیر مملکت برائے تجارت): تسنیم نواز گردیزی، منسٹر آف سٹیٹ فار کامرس۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: شکریہ۔

جناب چیئرمین: ضمنی سوال؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: کیا وزیر محترم بیان فرمائیں گے کہ یہ جو ۳۷ ہیں یہ بلوچستان یا کسی اور صوبے سے لئے جا سکتے ہیں۔ ان میں بلوچستان کے کتنے ہیں؟

سید تسنیم نواز گردیزی: بلوچستان کے بارے میں، میں ابھی بتاتا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ نے فرنٹیر کا پوچھا تھا وہ چار دیئے ہوئے ہیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: میں نے پوچھا ہے کہ بلوچستان کا اس میں حصہ ہے یا نہیں ہے۔ یہ ضمنی سوال ہے ہمیں بھی تو ضمنی کے لئے کچھ رکھنا پڑتا ہے۔

سید تسنیم نواز گردیزی: میرے پاس اس کے اعداد و شمار نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین : اس کے لئے فریش نوٹس دیں۔ اگلا سوال۔

سید تسنیم نواز گردیزی : بلوچستان کے دو ہیں۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : یہ بیٹھے بیٹھے تو بلوچستان کے نام پر لے جاتے ہیں۔

Mr. Chairman : I don't think it would be a fair question to the Minister. The domicile is not his business. It must have been approved and certified and authenticated by the province itself.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : کیا وزیر صاحب یہ بیان فرمائیں گے کہ ان دو خوش قسمت افراد کے نام کیا ہیں؟

سید تسنیم نواز گردیزی : ایک تو ہے جناب مرزا قمر بیگ۔ یہ پیرس میں کمرشل قونصلر ہیں۔ ان کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ اس وقت میرے پاس بلوچستان سے متعلق ایک ہی نام ہے، دوسرا ابھی پیش کر دوں گا۔

میر یوسف علی خان مگسی : میں جو عرض کرنے والا تھا وہ میرداد خیل صاحب نے فرما دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جیسے نواب زادہ صاحب نے فرمایا کہ نام تو بلوچستان کا ہوتا ہے لیکن لوکل کوئی نہیں جاتا۔ جناب والا! آئندہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے یہ صرف نوکر شاہی کے ہاتھ میں نہ ہو اس میں عوامی نمائندے بھی ہوں۔ تاکہ پتہ چلے کہ کون بلوچستان کا جاتا ہے اور کون نہیں جاتا؟

جناب چیئرمین : یہ آپ کا صوبائی معاملہ ہے اور صوبائی حکومت ہی اس میں کچھ کر سکتی ہے۔ ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کو صوبائی حکومت ہی ڈیل کرتی ہے۔ اگلا سوال۔ جناب میرداد خیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : جناب والا! پچھلے سوال کے جواب میں انہوں نے دو بتائے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مرزا قمر بیگ صاحب بتا دیا اور دوسرے کا نام غائب ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین : نام ان کے پاس نہیں ہیں۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ دو ہیں، اگلا سوال۔

قاضی حسین احمد : یہ وزیر خزانہ صاحب کیوں ناراض ہیں۔ وہ ایک دفعہ بھی سینٹ میں نہیں آئے۔

جناب چیئرمین : وہ ایک دفعہ آئے تھے۔ مجھے یاد ہے۔

قاضی حسین احمد : وہ کل کیفے ٹیریا میں موجود تھے ہمیں پہلے بتایا گیا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ لیکن وہ کل تو موجود تھے۔

جناب چیئرمین : رونمائی ہوئی ہے انشا اللہ تشریف لائیں گے۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین ! آج چونکہ اسلامی بینکنگ کا مسئلہ زیر غور آرہا ہے ان کو ذرا پہلے سے پیغام بھجوا دیجئے۔ وہ اس وقت موجود رہیں۔

جناب چیئرمین : یہ انہی کے مشورے سے تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ انشا اللہ آ جائیں گے۔ اگلا سوال جناب میرداد خیل صاحب۔ (طبع شدہ سوال نمبر ۹۴ جناب عبدالرحیم میرداد خیل نے دریافت کیا اور وزیر خزانہ صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے اسے ڈیفر کر دیا گیا۔

ایک معزز رکن : پوائنٹ آف آرڈر جناب براہ کرم ہمیں منسٹروں کی کوئی فہرست دے دیں۔ تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کو کون سا منسٹر کس عہدے پر ہے اس کا نام کیا ہے' ان کا فون نمبر کیا ہے۔ ہمیں تو پتہ نہیں ہے کہ ہمارے منسٹر صاحبان کون کون ہیں ؟

جناب چیئرمین : وہ سرکولیٹ کر دیں گے ہم۔ بلکہ ہم نے کیا بھی ہے۔

(مداخلت)

سید تسنیم نواز گردیزی : یہ ہمارے معزز سینٹر صاحبان کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ یہ لسٹ خود طلب کریں اور حاصل کر لیں۔

جناب چیئرمین : بہرحال یہ فہرست سیکرٹریٹ ان کو مہیا کر دے گا۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے اگلا سوال ' جناب مولانا کوثر نیازی صاحب۔

SILVER JUBLEE OF C.A.D.

95 ***Maulana Kausar Niazi :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state:

(a) the total expenditure incurred on the 25th Silver Jubilee of the CDA ; and

(b) the details of such expenditure?

Sahabzada Yaqub Khan (Answered by Mr. Zain Noorani): (a) It was not the 25th but first Silver Jubilee on which an expenditure of Rs. 13,29,741.56 was incurred. However, an income of Rs. 12,65,403 was earned by CDA.

(b) Details of expenditure are given in the enclosed statement.

Annexure 'I'

EXPENDITURE

(I) Capital Expenditure :

		Rs.
1.	Construction of stalls etc. at the Indistrial Exhibition	5,69,168.00
2.	Cost of Cabins *e.g.*, Masonary, fencing stage and crush	59,063.53
3.	Cost of Float	20,000.00
4.	Preparation of stall by Architecture Directorate	15,000.00
5.	Sanitation items	537.00
6.	Cost of Banners	3,971.00
7.	Electrification	2,02,100.00
8.	Video Films	5,800.00
	Total:—	8,75,639.53

(II) Revenue Expenditure :

		Rs.
2.	Electricity charges	45,000.00
3.	Entertainment	37,090.75
4.	Balloons	5,325.00
5.	Prizes	10,865.00
6.	Charges for administrative arrangements & decoration including insurance etc	92,784.00
7.	Installation charges of transformer paid to WAPDA	1,02,423.42
8.	Miscellaneous	61,241.86
	Total:—	3,64,260.03

(III) Advertisements etc. 89,842.00

Grand Total I + II + III 13,29,741.56

جناب چیئرمین : ضمنی سوال۔ مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! سب سے پہلے تو میں آپ کے سیکرٹریٹ سے احتجاج کرتا ہوں۔ میں نے اردو میں سوال لکھ کر بھیجا تھا۔ اردو کا لکھا ہوا سوال آپ کے ہاں پروڈیوس نہیں ہو سکتا؟ یعنی میں نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ یہ پچیسویں سلور جوبلی ہے۔ اور آپ کے اردو کے سوال میں میرے ذمہ یہ لگا دیا گیا کہ میں نے یہ پوچھا ہے کہ پچیسویں سلور جوبلی۔ اور اس کا جواب دیتے ہوئے وزیر صاحب نے یہ تردید فرمائی کہ یہ پچیسویں نہیں ہے پہلی ہے۔

جناب چیئرمین : آپ کا جو اوریجنل سوال ہے وہ میں ہاؤس کو پڑھ کو سنا دیتا ہوں۔

مولانا کوثر نیازی : میری ہینڈ رائٹنگ سے۔

جناب چیئرمین : آپ کے دستخطوں اور آپ کی ہینڈ رائٹنگ سے

"وزیر انچارج سی ڈی اے (الف) کیا وزیر صاحب بتائیں گے کہ سی ڈی اے کی پچّیس سالہ سلور جوبلی پر کل کتنا خرچ آیا ہے''۔

مولانا کوثر نیازی : "پچّیس سالہ'' اور "پچیسویں'' میں بے حد فرق ہے۔ اور دوسری گزارش یہ ہے کہ آپ کے فاضل سیکرٹریٹ کے اردو دانوں نے مجھ ناچیز کے ذمہ لگا دیا ہے کہ میں نے یہ پوچھا کہ سی ڈی اے کی پچیسویں سلور جوبلی پر کل کتنا خرچہ آیا ہے۔ خدا کے لئے خرچ آیا ہے کو خرچہ آیا ہے۔ کیوں میرے ذمہ لگا دیا۔ آپ کے ہاں ایسے لوگ بیٹھے ہیں جو مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر بنانے کے بہت ماہر ہیں۔ تو ازراہ کرم مجھ پر یہ مشق ستم نہ فرمائی جائے۔ اور یہ پچیسواں احتجاج ہے جو میں اس ہاؤس میں کر رہا ہوں جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین : احتجاج کی بھی سلور جوبلی پچیسویں منائی جا رہی ہے۔

مولانا کوثر نیازی : انشاء اللہ سنچری ہوگی۔

جناب چیئرمین : ہم نے اس کو نوٹ کیا ہوا ہے۔ ہماری جو دقت ہے وہ بھی ہے، آپ آدمی تلاش کریں۔

مولانا کوثر نیازی : دیکھئے نا جناب والا! اس میں کون سا مسئلہ تھا۔ ایک سوال جو میں نے دیا اس میں لفظ وہی پروڈیوس کرنے ہیں "خرچہ'' میں نے لکھا ہے، جناب ذرا آپ دیکھیں کیا میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے کہ میں "خرچ'' کو "خرچہ'' لکھوں؟

قاضی حسین احمد : جناب والا میں عرض کروں گا کہ جو سوالات اردو میں آپ کے پاس آئیں، بجائے اس کے کہ اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے پھر ترجمے کا دوبارہ ترجمہ ہو، آپ پروسیجر ایسا اپنائیں کہ اردو کے سوالات ٹرانسلیٹ کا ہونے کی بجائے اصلی شکل میں ہی میں چھپ جایا کریں۔

جناب چیئرمین : مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جس فارم میں وہ سوال آتے ہیں وہ نہ admissible ہوں گے اور نہ ان کا جواب دیا جاسکے گا۔ ہماری ایک دقت یہ بھی ہے۔

مولانا کوثر نیازی : جناب جس فارم میں میرا سوال آیا اس پر کیا آپ کو کوئی فنی اعتراض ہو سکتا ہے؟

جناب چیئرمین : اس کا انگریزی کا ترجمہ بالکل صحیح ہے۔

The details of such expenditure.

مولانا کوثر نیازی : میرے سوال کی اردو میں کون سی ٹیکنیکل قباحت تھی جس کی وجہ سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا؟

جناب چیئرمین : جو وزیر صاحب فرمارہے ہیں وہ دوسرا ہے the details of such expenditure. وہ خرچ اور خرچہ کا اس میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ پہلا آپ کا فرمانا صحیح ہے۔

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! حقیقتاً "کل مجھے اس "خرچہ" سے بہت صدمہ ہوا ہے۔ میں نے اپنا سر پیٹا کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے اگر واقعی میں نے یہ لکھا ہے کہیں "خرچہ"۔

جناب چیئرمین : یہ تو آپ نے خرچ لکھا ہے لیکن انگریزی کا اس کا ترجمہ صحیح ہے۔

مولانا کوثر نیازی : انگریزی کا ترجمہ خرچہ ہو جاتا ہے جناب۔ خرچ سے خرچہ کیسے ہو گیا؟

جناب چیئرمین : کس نے کہا ہے کہ یہ خُرچہ ہو گیا ہے۔

مولانا کوثر نیازی : آپ دیکھیں جناب یہ ہمیں جو printed ملا ہے اس میں لکھا ہے 'سی ڈی اے کی ۲۵ ویں سلور جوبلی پر کل کتنا خرچہ آیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں آپ کو اس کا انگریزی ترجمہ بتا رہا ہوں کہ the details of such expenditure. یعنی اس میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جناب اردو میں جو میرے ذمہ یہ سطر لگی ہے یہ تو اگر میں تصدیق نہ کرتا تو آپ کی دستاویز میں چھپتا اور کل ادیب کہتے کہ اچھا آپ کو اردو ادب سے شغف ہے۔ کہ خرچ کو خرچہ بنا دیا۔

جناب چیئرمین: لیکن جو "بی" کا ترجمہ ہے وہ پھر صحیح ہے ان اخراجات کی تفصیلات کیا ہیں۔ وہ پہلا خرچہ اور خرچ میں آپ کا پوائنٹ صحیح ہے اور ان کو پھر ہدایت کی جائے گی کہ وہ زیادہ احتیاط کریں۔ ضمنی سوال۔

مولانا کوثر نیازی: جناب کیا وزیر صاحب ہمیں بتائیں گے کہ یہ سلور جوبلی جو ہے یہ پاکستان کی بھی منائی گئی تھی جب پاکستان کو ۲۵ سال پورے ہوئے؟

Mr. Zain Noorani (Minister of State for Foreign Affairs): Not, so far as I know but that would be a very wide question to be asked from the Prime Minister's Secretariat.

میر یوسف علی خان مگسی: ۱۹۶۷ میں پاکستان کو بیس سال ہو گئے اور آگے کے گنے جائیں تو ان میں مارشل لاء تو لگا ہو گا۔ کیسے نہیں منائی سلور جوبلی؟

مولانا کوثر نیازی: تو کہہ رہے ہیں کہ ہر ۲۵ سال پر برسی مارشل لاء کی صورت میں منائی گئی۔

Mr. Chairman: I think that is not relevant. It does not arise out of this question.

مولانا کوثر نیازی: جناب یہ فرمایا جائے کہ پاکستان کی سلور جوبلی نہیں منائی گئی تو اسلام آباد شہر کی سلور جوبلی منانے کا novel idea یہ کس بزرجمہر کے ذہن میں آیا کیا کابینہ نے فیصلہ کیا تھا یا سی ڈی اے نے خود فیصلہ کیا؟

Mr. Zain Noorani: This information as to who thought of this idea is not with me at the moment but for the information of the honourable Senator, it is a normal practice for various organizations to celebrate the Silver Jubilee so as to project the organization or Institution. And as far as Islamabad is concerned, I am sure, Islamabad is considered to be one of the most well planned and one of the most beautiful capitals in Asia and a little bit of publicity could not have done harm to it.

مولانا کوثر نیازی : کیا پاکستان میں کسی اور شہر کی سلور جوبلی بھی اب تک منائی گئی ہے؟

Mr. Zain Noorani : Not of the town but there are instances where Institutions of this nature like the KDA and the KMC have celebrated their various Jubilees.

مولانا کوثر نیازی . کیا جناب یہ سادگی جس کی تشہیر اب تک کی جاتی رہی ہے اس کے مطابق یہ سلور جوبلی منائی گئی ہے اور کیا یہ اسلامی روایات کے مطابق ہے؟ کیا اسلامی روایات میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے کہ کسی شہر کی سلور جوبلی اس طرح منائی گئی ہو؟

Mr. Zain Noorani : As far as the simplicity or otherwise is concerned, it is a matter of individual opinion as to what is simple and what is not simple. With regard to the question whether it is in accordance with the Islamic tenets or not since I don't claim to be an *Alim*, I think Maulana Kausar Niazi would be better equipped to say whether it is or not.

جناب چیئرمین :

اس سادگی پر کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

پروفیسر خورشید احمد : میں ذرا ضمنی سوالات کا رخ بدلنا چاہتا ہوں کہ الیکٹر یفیکیشن پر تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ کیپٹل ایکسپنڈیچر میں دو لاکھ دو ہزار' آئٹم نمبر ے 'الیکٹرک سٹی چارجز نمبر ۲ ریونیو میں ۴۵ ہزار اور ٹرانسفار مر لگانے کے اخراجات کی ادائیگی واپڈا کو 'ایک لاکھ دو ہزار جو کل خرچ کا تقریباً ایک تہائی ہے اور جب کہ لوڈ شیڈنگ اسی شہر کے اندر ہو رہی ہے جس کی ہم سلور جوبلی منا رہے ہیں اور پورے ملک میں لوڈ شیڈنگ کی شاید گولڈن جوبلی روز ہو رہی ہے ان حالات میں اس کی کیا جسٹیفیکیشن ہو سکتی ہے؟

Mr. Zain Noorani : The justification is there Sir, when the amount of one lac was paid for a Transformer to WAPDA, therefore, the electricity required was generated outside the scope of that electricity which is being load shadded.

پروفیسر خورشید احمد : میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اسلام آباد کے قیام سے جو افراد بے گھر ہوئے ہیں آج تک ہم ان کے مسائل کو حل نہیں کر سکے۔ لیکن ہم نے یہ ۱۳ لاکھ روپیہ صرف اس تقریب کی نذر کیا ہے' اس کی کیا جسٹیفیکیشن ہے؟

جناب زین نورانی جناب I am afraid ۱۳ لاکھ روپے خرچ نہیں کیئے گئے۔
the amount is 64,338 rupees

پروفیسر خورشید احمد: کیا مقصد؟ پورا خرچ تو آپ نے کیا ہے۔

Mr. Zain Noorani : Rs. 13,29,741 were spent, while income of Rs. 12,65,403 was derived, leaving an expenditure of only Rs. 64,338.

Mr. Chairman : Net expenditure Rs. 64,000.

قاضی حسین احمد: جناب والا! انہوں نے بتایا ہے کہ ٹرانسفارمر لگانے کی وجہ سے وہ بجلی بن گئی ہے وہ لوڈ شیڈنگ بجلی سے نہیں لی گئی تو ٹرانسقارمر سے تو کوئی بجلی پیدا نہیں ہوتی۔

پروفیسر خورشید احمد: اور پھر اس کے بعد الیکٹر یفیکیشن کے لئے ۲ لاکھ کے کیا معانی ہیں۔

قاضی حسین احمد: ٹرانسفارمر سے کوئی بجلی پیدا ہوتی ہے کیا؟ یہ وزیر صاحب بتائیں گے؟

Mr. Zain Noorani : Sir, the transformer includes the entire equipment of transformer and generator.

قاضی حسین احمد: تو کیا آپ نے اس کے لئے اپنا جنریٹر لگا یا تھا؟

Mr. Zain Noorani : The Transformer was obviously hired from the WAPDA.

پروفیسر خورشید احمد: لیکن جس سائز کی نمائش تھی اس کے لئے کیا جنریٹر نہایت ہی ضروری تھا اس کے آپ نے installation charges دکھائے ہیں۔ ایک لاکھ دو ہزار میں تو خرید نہیں ہو سکتا تھا؟

Mr. Zain Noorani : These are hiring charges, not the purchase amount.

جناب چیئرمین: اس میں بھی جیسے آپ فرماتے ہیں الیکٹر یفیکیشن ۲ لاکھ دو ہزار ہے اور Installation charges of Transformer جیسے آپ نے کہا کوئی ساڑھے ۳ لاکھ کے قریب الیکٹر یفیکیشن چارجز ہیں۔ تو اس میں کرائے پر جنریٹر بھی آسکتا ہے۔

جناب احسان الحق پراچہ: ضمنی سوال جناب۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس کا تو آپ نے کچومر نکال دیا اور کتنے ضمنی سوال اس پر کریں گے تین سے زیادہ تو نہیں ہو سکتے۔

جناب احسان الحق پراچہ: جناب یہ جو آمدن کی مد میں انہوں نے تفصیل بتائی ہے ۱۲ لاکھ ۶۵ ہزار اور اس کی تفصیل ذرا پتہ کرنی تھی۔

Mr. Zain Noorani : Income from Stalls Rs. 4,74,455, income from open space hired out Rs. 2,09,240, electricity, Rs. 15,425, gate money, Rs. 2,30,470, Sales of Super structure of tin sheet with iron gauge Rs. 3,35,813. Total Rs. 12,65,403.

Mr. Chairman : Thank you, next question. Maulana Kausar Niazi.

CDA ORDINANCE OF 1960

96. ***Maulana Kausar Niazi :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state:

(a) whether it is a fact that all the problems faced by the people in Islamabad and its "affectees" are being resolved under the CDA Ordinance of 1960 ;

(b) whether there is any proposal to review the said Ordinance after 25 years of its having been promulgated ; and

(c) if so, when ?

Sahabzada Yaqub Khan (Answered by Mr. Zain Noorani) (a) No, the CDA Ordinance cannot solve all the problems faced by the people and affectees of Islamabad.

(b) Yes.

(c) A proposal to amend certain provisions of CDA Ordinance 1960 is already under consideration of the Government.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ جی نہیں۔ سی ڈی اے آرڈیننس اسلام آباد کے لوگوں اور متاثرین کے تمام مسائل حل نہیں کر سکتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر تمام مسائل حل نہیں کئے جا سکتے تو کون کون سے مسئلے اس آرڈیننس سے حل کئے جا سکتے ہیں؟

Mr. Zain Noorani : Well Sir, if you talk of all the problems, that would include things beyond the scope of the CDA. But the major problems which come under its purview are:

(a) the compensation paid to them for the land and built up property acquired by the CDA under the Ordinance of

1960; (b) allotment of colony land in lieu of agricultural land required in Islamabad; (c) allotment of residential plots in Islamabad; and (d) preparation to carry out new construction etc., in the capital area.

Now, in fairness to the honourable member, I should say that amendments are being considered to the rules and the law but the matter again is before the Supreme Court and the judgement of Supreme Court: is being awaited. The matter went to the Supreme Court by way of an appeal by the Government arising out of a decision of the Federal Shariat Court in its judgement dated 7-7-83 which has ordered that section 2k be omitted and market value of the land be determined as value on date of order.

مولانا کوثر نیازی: کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ یہ آرڈیننس جو ہے اس کے اندر بعض ترمیمات کرنے کی تجویز کب سے حکومت کے زیر غور ہے اور کب تک اس پر غور جاری رہے گا؟

Mr. Zain Noorani : It has been for quite a few years and the decision was about to be taken when the matter was taken to a court of law *i.e.* the Federal Shariat Court and since then, from one court to the other it has been going on and till such time it is finally settled, it would be very difficult to make the amendments without getting a decision of the supreme Court.

مولانا کوثر نیازی: کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ حکومت کو کسی کورٹ نے اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ ۶۰ کے آرڈیننس میں اس کے فیصلے تک ترمیم نہ کرے؟

جناب چیئرمین: زین نورانی صاحب۔

Mr. Zain Noorani : Sir, the basic principle is related to section 2-K. The fact is that the Federal Shariat Court has given a directive as to how it should be amended but that is contrary to the thinking of the Government. Therefore, the Government has gone in appeal to the Supreme Court. Till such time that decision is taken, we cannot have an amendment made which would be contrary to the directive of the Federal Shariat Court.

Mr. Chairman : Thank you. Next question.

AIRPORT ROAD

97. ***Maulana Kausar Niazi :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the time spent on the completion of recent repair work of the road from the Airport to Zero Point in Islamabad and the expenditure incurred on it so far;

(b) whether it is a fact that the road has developed deep pits, soon after the completion of the repair work; and

(c) if so, whether there is any proposal to take penal action against the persons at fault ?

Mr. Zain Noorani : Sir, I will read out the answer as given and then I would like to make one submission with your permission, Sir.

Mr. Chairman : Right.

Mr. Zain Noorani : The answer is :

(a) An expenditure of Rs. 53,25,080.09 was incurred on the repair of a portion of the road in question from the Lehtrar bridge to Faizabad Chowk.

(b) Yes.

(c) Yes.

Now, this is as far as the written answer is concerned. If you feel, I will give further details. But what I would like to add, at this stage, is that although the Cabinet Division is being looked after by the Prime Minister and I am looking after the related business, I am myself not very satisfied with the state of affairs and the explanation given by the department and I am requesting the Prime Minister to have an independent inquiry instituted by people from outside the CDA.

جناب چیئرمین : کوئی ضمنی سوال ؟

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! میرا خیال ہے وزیر صاحب نے کافی۔ ....

جناب چیئرمین : جو ایکسپلینیشن آ گئی ہے۔ وہ کافی ہے۔

مولانا کوثر نیازی : وہ خرچ جناب یہاں بھی ہے پھر' وہ آپ ذرا نوٹ فرمالیں۔ یہاں سڑک پر جو خرچہ آیا سو آیا' یہ پھر میرے ذمے لگا دیا گیا ہے۔ یہ ذرا نوٹ فرمائیں۔

جناب چیئرمین: یہ کہاں اردو میں ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جی اردو میں، جو ہرگز ہرگز میرے ہاتھ کٹ جائیں، جو میں یہ لفظ لکھوں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں یہ کاروباری زبان میں ہے مجھے یہ پتہ نہیں ہے کہ ہمارا اردو کا ٹرانسلیٹر کون ہے لیکن کاروباری زبان میں آپ کسی سیٹھ سے بات کریں تو وہ کہے گا کہ اس پر کتنا خرچہ اٹھتا ہے۔ تو میرے خیال میں کسی ایسے صاحب نے اس کی ٹرانسلیشن کی ہے۔ بہرحال اس دن بھی میں نے آپ سے درخواست کی تھی..........

جناب اقبال احمد خان: میں مولانا سے عرض کروں گا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا میرے ہاتھ کٹ جائیں میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ ہاتھ کٹنے کے جرم میں ملوث ہو سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ شاعرانہ ہے۔ ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤں' تو وہ شاعرانہ انداز میں کہہ رہے ہیں۔

Next question.

قاضی حسین احمد: سوال نمبر ۹۸ جناب۔

BENEFITS TO OLD PENSIONERS

98. ***Qazi Hussain Ahmad :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether there is any proposal under the consideration of Government to bring *at par* the old rate of pension with the new rates to alleviate the grievances of pensioners getting pension at the old rate?

جناب چیئرمین: قاضی حسین احمد صاحب کا ہے۔ کون جواب دے رہا ہے۔ اقبال صاحب آپ دے رہے ہیں؟

جناب اقبال احمد خان (وزیر انصاف و پارلیمانی امور): سر! میں معذرت خواہ ہوں۔ I was held up in the way. دو سوال منسٹری آف فنانس کے متعلق گزر گئے۔ اگر آپ کی اجازت ہو گی تو میں وہ بھی عرض کرنے کو تیار ہوں۔

جناب چیئرمین: پہلے اس کو نمٹا لیں۔ پھر وہ بھی پوچھ لیتے ہیں۔

Mian Muhammad Yasin Khan Wasttoo (Answered by Mr. Iqbal Ahmad Khan) : In order to alleviate the grievances of the old

pensioners, Government has afforded benefits to the old pensioners in the form of grant of dearness increases and indexation, from time to time, to offset the effect of inflation. It has also enhanced the pensions of old pensioners by removing the cut-off point with retrospective effect and by restoring the commutated value of pension of those who have outlived the period of commutation. No proposal is however under consideration of the Government to bring *at par* the old rate of pension with the new rates.

قاضی حسین احمد: ضمنی سوال کیا وزیر متعلقہ یہ تفصیلات بتائیں گے کہ ان کی شکایات کو دور کرنے کے لئے کیا کچھ کیا گیا ہے؟

جناب اقبال احمد خان: جناب والا! پہلی گزارش یہ ہے کہ جو کٹ آف تھا وہ ختم کر دیا گیا ہے اب ان کی پوری پنشن بحال کر دی گئی ہے۔ دوسرا جناب جو کمیوٹ ہوئی تھی، وہ خاص مدت کے لئے کمیوٹ کروائی گئی تھی اب اوریجنل پنشن میں ۲۵ فی صد اضافہ کر دیا گیا ہے جو پہلے انہیں نہیں ملتا تھا۔ تو اس طریقے سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو ہمارے وسائل ہیں ان کی روشنی میں کافی حد تک ہم ان کی خدمت کرنے کے قابل ہو سکے ہیں۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! یہ بتایا گیا ہے کہ ان کو نئے پینشنر کی سطح پر لانے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔ تو کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ پہلے جنہوں نے نوکری کی ہے، سروس کی ہے اور اس وقت وہ بوڑھے ہیں اور وہ کام کرنے سے معذور ہیں تو ان پر مہنگائی کے اور دوسرے تمام اثرات اسی طرح نہیں پڑتے اور ان کی سروسز جو ہیں اتنی ہی قابل قدر نہیں ہیں جتنی کہ نئے پینشنر کی سروسز قابل قدر ہیں؟

جناب چیئرمین: جناب اقبال احمد خان صاحب۔

Mr. Iqbal Ahmad Khan : Sir, the demand cannot be agreed to for the following reasons:

Firstly, the Government has been improving the pay and allowances of the serving Government servants and pension of the retired Government servants. Since the prices differ from time to time, the salary and pension also differs. Those who retired in 1960, 1966, 1970 and 1977 received pension based on the salary of that time. The rules governing pay and pension being different from

time to time equal treatment in matter of pension cannot be ensured in all cases of the retired or retiring Government servants.

Secondly, Sir, the value of the money was more in 1950, 1960, 1970 and 1980 as comparedl to its present value. A pensioner could build a house with the help of the amount of commutation, gratuity in 1960 and 1970. This is not possible now. Thus the old pensioners received more value of the money, when they retired.

Thirdly, Sir, the Government has already afforded various benefits to pensioners by way of indexation of their pension in relation to the cost of living, the removal of the cut-off points of pension of Rs. 1,000, 2000 and 2,500 which existed during the period from 1st March, 1972 to 30th June, 1985 and restoration of the commutated value of the pension. Sir, if the demand of the old pensioners to bring *at par* the old rates of pension with new rates of pension is accepted it would give rise to perpetual revision of pension on all subsequent revisions of pay scales involving a large sum of expenditure burdening the Government exchequer which is not possible during the present position of the finances. Thank you.

جناب چیئرمین: جناب پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: وزیر موصوف نے جو دلائل دیئے ہیں ان سے مکمل صرف نظر تو نہیں کیا جا سکتا لیکن دراصل یہ ایک انسانی مسئلہ ہے کہ وہ افراد جنہوں نے اپنی جوانیاں اور اپنی زندگی کا بہترین وقت حکومت کی خدمت میں صرف کیا ہے اور وہ زندہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسمپرسی کی حالت میں ہیں۔ اس لئے کیا یہ بات ممکن نہیں کہ حکومت ان لوگوں کے لئے کوئی خصوصی سکیم ڈیویلپ کرے اور خاص طور سے وہ افراد جو معذور ہیں ان کی اور کوئی انکم نہیں ہے ان کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا فنڈ بنایا جائے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا انتظام کیا جائے؟

جناب اقبال احمد خان: جناب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کے خزانے ہمیں دے دے اور ملک کے اندر اتنی فراوانی ہو جائے کہ ہر شہری خواہ وہ پنشنر ہو یا دوسرا ہو، قوم اس کی

ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو جائے۔ جناب والا! انہوں نے جس بات کی نشاندہی کی ہے میں اسے pass on کردوں گا تاکہ وہ اس پر غور کریں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ اگلا سوال نمبر ۹۹ حاجی ملک فرید اللہ خان صاحب۔

FATA EMPLOYEES IN COMMERCE DIVISION

99. **Malik Faridullah Khan :** Will the Minister for Commerce be pleased to state:

(a) the total number of persons appointed from FATA in BPS-11 to BPS-17 in the Commerce Division, and against Commerce Division posts in Pakistani Embassies abroad indicating also the names and designations separately in each case ; and

(b) whether it is a fact that a Stenographer Sher Akbar and an Assistant were appointed against the quota of FATA although they do not belong to FATA, and if so, the reasons therefor ?

Prince Mohyuddin Baluch (Answered by Syed Tasneem Nawaz Gardezi) : (a) (i) persons appointed from FATA in the Ministry of Commerce.

Number..........................	1
Post................................	Assistant (BPS—11).
Name	Mr. Faiz Mohammad.

(*ii*) *persons posted abroad from FATA.* NIL.

(b) Yes. The posts were advertised in the Press, particularly in the newspapers published from Peshawar but no suitable candidate applied from FATA. The posts were, therefore, filled on *ad hoc* basis from the candidates belonging to NWFP. However, as soon as suitable persons from FATA are available they will be accommodated against the posts which fall to the share of FATA.

جناب شاد محمد خان: جناب والا! یہاں تو یہ تصدیق کی گئی ہے کہ فاٹا سے کوئی موزوں آدمی نہیں تھا تو اس لئے صوبہ سرحد سے ایڈہاک بنیاد پر لگائے گئے۔ دو دن قبل میں نے یہی

سوال کیا تھا کہ فارن سروس میں کہیں گنجائش تھی تو انہوں نے یہ کہا کہ اگر فاٹا سے کوئی نہ ملے تو کیا آئندہ کے لئے صوبہ سرحد سے موزوں لوگ لئے جایا کریں گے جسے تسلیم کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین : تو اب purpose تو serve ہو گیا۔

جناب شاد محمد خان : نہیں سر آئندہ کے لئے۔ اس دن آپ نے deny کیا تھا کہ یہ ڈسٹری بیوشن نہیں ہو سکتی۔ آج انہوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ لے لیا کریں گے۔ کیا آئندہ کے لئے اس پر عمل کیا جائے گا؟

جناب چیئرمین : میں نے یہ کہا تھا کہ بطور حق شفعہ یہ آپ کلیم نہیں کر سکتے۔ ویسے اگر وہ چاہیں تو ہو سکتا ہے۔

جناب شاہ محمد خان : یہ وزارت سے یقین دہانی چاہئے، جناب والا!

سید تسنیم نواز گردیزی : ضرور ہو گا جی انشا اللہ۔

جناب چیئرمین : اگلا سوال نمبر ۷۷، جناب مولانا کوثر نیازی صاحب!

AIR TRAVELS ABROAD BY MINISTERS

*77. ***Maulana Kausar Niazi :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state:

(a) the number of Ministers who travelled abroad exclusively by foreign airlines during the period from 5th July, 1977 to 5th December, 1985 ;

(b) the number of Ministers who travelled, wholly/partially, by P.I.A. during the said period ;

(c) the amount spent on the purchase of the tickets of the Ministers by the Government during the said period ; and

(d) the amount paid to the P.I.A. and to the foreign airlines on the purchase of their tickets, separately, during the said period ?

Sahabzada Yaqub Khan (Answered by Mr. Zain Noorani) : Information is being collected from the various Ministries and Divisions and will be furnished as soon as it is ready.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میں صرف اتنی گذارش کروں گا کہ اس کا تعلق منسٹروں سے ہے اور وہ تعداد میں تھوڑے ہیں، مسئلہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس سوال کو لٹکایا جارہا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق نیشنل ائرلائن سے ہے کہ ہمارے وزراء صاحبان پی آئی اے سے سفر نہیں کرتے دوسری ائرلائن سے سفر کرتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے سفارت خانوں میں پریکٹس یہ ہے اور آپ نے سرکولر اپنے عہد میں جاری کئے تھے کہ اپنی ائرلائن سے سفر کرو اور دوسرے سفارتخانے جو ہیں ان کے ملازمین ہر حال میں اپنی ائرلائن سے سفر کرتے ہیں۔ تو یہ سوال بڑا اہم ہے جناب! تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اسے ٹیبل پر نہ رکھائیں۔ ازراہ کرم اس کا جواب منسٹر صاحب دیں تاکہ اس پر ہم ضمنی سوال پوچھ سکیں؟

جناب چیئرمین: مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس کو مؤخر کرتے ہیں جب جواب تیار ہو تو ضرور جواب پیش کریں۔

مولانا کوثر نیازی: جی بڑی عنایت۔

جناب چیئرمین: شکریہ دو سوال میرداد خیل صاحب کے تھے۔ وہ اب تو ہیں نہیں، میرے خیال میں وہ دوسرے دن لے لیں گے۔ تو سوالات بھی ختم اور وقفہ سوالات بھی۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: یہ چند رخصت کی درخواستیں ہیں۔

جناب اکرم سلطان صاحب نے اپنی بیماری کی بناء پر ایوان سے ۹ تا ۱۱ فروری ۱۹۸۶ تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے؟ (رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب صاحب زادہ سلطان عبدالمجید صاحب نے اپنی بیماری کی بنا پر ایوان سے ۹ تا ۱۱ فروری ۱۹۸۶ تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب امان روم صاحب نے ایک نجی کام کی بنا پر ایوان سے ۹ تا ۱۳ فروری ۱۹۸۶ تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب پیر عباس شاہ صاحب نے اپنی نجی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۷ تا ۱۲ فروری ۱۹۸۶ تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب قاضی عبدالمجید عابد صاحب اپنی علالت کی بنا پر ایوان میں ۹ فروری ۱۹۸۶ شرکت نہیں کر سکے ' لہٰذا رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب امیر عبداللہ خان روکڑی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۵ فروری تا ۱۰ فروری ۱۹۸۶ تک کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ان کی رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

ADJOURNMENT MOTIONS

جناب چیئرمین : ایڈجرنمنٹ موشن نمبر ۲۰ میر داد خیل صاحب!

RE: DEFECTIVE CONSTRUCTION OF QUETTA – CHAMAN ROAD

جناب عبدالرحیم میر داد خیل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ مشرق کوئٹہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۶ میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی ہے کہ کوئٹہ چمن روڈ کی تعمیر بہت ہی ناقص ہوئی ہے اس سڑک کی تعمیر پر کروڑوں روپے صرف ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود بھی سڑک معیاری نہیں بنی ابھی سے سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی ہے ابھی اس کی حالت ایسی ہے تو آگے کیا ہو گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کی امدادی رقم کا کروڑوں روپیہ ضائع ہو گیا اس کی وجہ سے عوام میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے لہٰذا ایوان سے استدعا ہے کہ اس معاملے پر غور فرمائے۔

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

جناب اقبال احمد خان : جناب اس کو میں نے دیکھا نہیں ہے اس کو ڈیفر کر لیں پھر میں کل اس پر غور کروں گا۔

جناب چیئرمین : کل تک ڈیفر کر دیں۔ اگلے اجلاس تک۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا جناب مولانا کوثر نیازی صاحب نمبر۲۹۔

RE: EXIT CONTROL LIST OF POLITICIANS

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میری تحریک کا متن یہ ہے کہ ایک سیاسی رہنما جناب اقبال حیدر نے اپنے ایک بیان میں بتایا ہے کہ مرکزی حکومت نے ستر افراد جن میں بیشتر سیاسی لیڈر ہیں، کی ایک فہرست بنا رکھی ہے اسے Exit Control List کہتے ہیں۔ اور اس فہرست میں شامل افراد کو ائرپورٹ پر ملک سے باہر سفر کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ ایک بیان میں کہا ہے کہ مارشل لاء اٹھ جانے کے بعد جب کہ بنیادی حقوق بحال ہو چکے ہیں، یہ پریکٹس جاری ہے جو آئین کی کھلی خلاف ورزی ہے بیان سے سامنے آنے والی صورت حال افسوسناک بھی ہے اور تشویش ناک بھی۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : Yes, Sir.

Mr. Chairman : Will you give the reasons for opposing it?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : Sir, I assure that the present E. C. List is maintained by the Prov. Govt. As and when the Prov. Govt. feels that a certain individual's visit abroad would not be in the interest of the country, it sends that list to the Central Government and then the Central Government issues orders to the departments and the organizations concerned. Now, E. C. List, like that, does exist. There is no doubt about it but as far as the number is concerned, I am not sure about the number but as far as their names are concerned, it would not be in the public interest to disclose them.

Mr. Chairman : Can you throw some light upon the fact that since when this list exists. Is it a recent innovation?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : No, Sir, it is inherited from the time immemorial. All government have it.

Mr. Chairman : Is it being done under some law ?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : Of course, you see, Sir, the law is that the provincial governments themselves inform us that a man has put on the E.C. List, then enquiry can be made, but we are carrying out the wishes of the provincial governments who are responsible for law and order in their own areas.

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین ! سب سے پہلے تو میں محترم وزیر داخلہ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی روائتی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ راز طشت از بام کر دیا ہے کہ ایسی ایگزٹ کنٹرول لسٹ اگیزسٹ کرتی ہے۔ دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی ہے کہ یہ ایگزٹ کنٹرول لسٹ موجود تو ہے مگر یہ صوبائی حکومتوں کے مشورے سے بنتی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے تاریخ trace کرتے ہوئے اس دور کا بھی تذکرہ کیا ہے جس میں، میں بھی منسٹر تھا۔ لیکن انہوں نے خود ہی فرمایا ہے کہ اس کا تعلق یہ تھا کہ صوبائی حکومتیں تجویز کیا کرتی تھیں اور اس وقت صوبے کے گورنر ہمارے محترم وزیر داخلہ ہی تھے۔ بہرحال میں گورنر کسی صوبے کا کبھی نہیں رہا کہ میں نے ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں کسی کے نام کی سفارش کی ہو یا کسی کے نام کو شامل کرایا ہو۔

تاہم میں جناب چیئرمین ! آپ کی خدمت میں یہ ایک اہم حقیقت لانا چاہتا ہوں کہ یہ ایگزٹ کنٹرول لسٹ اتنے خراب انداز میں کمپائل ہوئی ہے۔ ملک دشمنوں کو تو چھوڑ دیجئے اگر کوئی سمگلرز ہیں اور نامور سمگلرز ہیں اور ان کو حکومت لسٹ میں لانا چاہتی ہے تو شوق سے لائے لیکن ان کے پاس تو کئی کئی پاسپورٹ ہیں ان پر تو کوئی پابندی لگائی ہی نہیں جا سکتی۔ لگتی کن پر ہے ؟ میں مثال دیتا ہوں ابھی کیبنٹ میں ایک قومی اسمبلی کے ممبر شامل ہوئے ہیں۔ میرے بہت اچھے دوست اور پرانے کولیگ جناب انور عزیز۔ وہ ممبر ہو گئے قومی اسمبلی کے، جناب چیئرمین ! انہیں جاپان جانا تھا اور ائرپورٹ پر انہیں روک لیا گیا اس لئے کہ ان کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں موجود تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ایگزٹ کنٹرول لسٹ کتنی وسعت رکھتی ہے۔

میں آپ کا پوائنٹ جناب چیئرمین ! سمجھ گیا ہوں۔ آپ یہ قرار دے کر کہ یہ recent occurrence نہیں ہے اسے رول آؤٹ فرمانا چاہتے ہیں مگر میں جو پوائنٹ عرض کر رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مارشل لاء اٹھ جانے کے بعد یقیناً وزیر داخلہ نے بدلے ہوئے حالات میں

اس لسٹ کو ریوائز کیا ہو گا' اور کیا ہے۔ میری مصدقہ اطلاع ہے کہ انہوں نے ریوائز کیا ہے۔ یہ recent occurrence ہے کہ مارشل لاء اٹھنے کے بعد یہ لسٹ از سرنو بنی ہے اور اس کے اندر سیاسی لیڈروں کے نام ہیں۔ سیاسی لیڈر غریب ملک سے باہر جا کر کیا کر لیں گے۔ وہ اندر کیا کرتے ہیں کہ باہر جا کر وہ کوئی تیر مار لیں گے۔ حکومت کو اس سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ اس لئے جناب یہ بہت اہم مسئلہ ہے ہمارے بنیادی حقوق اس میں recent occurrence involve ہے یہ کہ مارشل لاء اٹھنے کے بعد یہ لسٹ compile ہوئی ہے۔ اس لئے میں آپ کے عفو کریمانہ سے یہ امید خوار ہوں کہ آپ اسے رولڈ آوٹ قرار نہیں دیں گے اور وزیر صاحب کو بیان دینے کا موقع فراہم کریں گے۔

جناب چیئرمین: میں تو کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ پابندی۔ رسوم و قیود میری مجبوری ہے۔ معاملہ چونکہ پرانا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے یہ recent occurrence نہیں ہے۔ جہاں تک مارشل لاء کا تعلق ہے اگر آپ اس کے قاعدہ ۱۵ کو دیکھیں جو کہ بنیادی حقوق سے ڈیل کرتا ہے اس میں درج ہے کہ:

> "Every citizen shall have the right to remain in and, subject to any reasonable restriction imposed by law in the public interest, enter and move freely throughout Pakistan."

میں نے وزیر صاحب سے یہی پوچھا تھا کہ یہ کس قانون کے تحت ہو رہا ہے فرمادیا تھا انہوں نے کہ ہاں قانون کے تحت ہو رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی صاحب کہتے ہیں کہ قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو آرٹیکل ۱۹۹ جو رٹ jurisdiction ہے کورٹ کی وہ بھی بحال ہو چکی ہے۔ وہ اپنا تدارک پھر کورٹ آف لاء میں کر سکتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب یہ reasonable کو کون interpret کرے گا؟

جناب چیئرمین: کورٹ۔ عدالت۔ یہ justiciable چیز بن جاتی ہے جب لاء میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ reasonable ہے تو وہ justiciable ایشو بن جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ آوٹ آف آرڈر ہے اس پر اور بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب محمد اسلم خان خٹک جناب والا! ایک واقعہ کی مجھے بھی اجازت دیں کہ میں بیان کروں اسی موضوع پر جو آپ نے رولنگ دی ہے وہ بسر و چشم جناب والا! میری wife امریکہ جا

رہی تھی میں سابق گورنر تھا ان کو جناب والا! کراچی ائرپورٹ پر اتارا گیا کیونکہ وہ اس لسٹ میں شامل تھیں۔ معلوم نہیں مجھے یا میری wife کو کس نے اس لسٹ میں ڈالا۔ بہر صورت میں نے احتجاج کیا کہ ہم نے کون سا جرم کیا ہے کہ اس لسٹ میں ہمیں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد روئیداد خان صاحب نے جو سیکرٹری داخلہ تھے' اقدامات کیے اور خدا خدا کر کے میری wife کو جانے کی اجازت ملی۔

جناب چیئرمین : اسی سے سبق لینا چاہئے۔ اپنے وقت میں جو آپ کریں گے وہی ہتھیار پھر دوسرے آپ کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی: گویا بیوروکریٹس یہ لسٹیں بناتے ہیں اور وزراء صاحبان بے بس ہیں۔

جناب چیئرمین : ایڈجرنمنٹ موشن نمبر ۳۰ احمد میاں سومرو صاحب۔ وہ تو نہیں ہیں۔ اس لئے یہ خود بخود lapse ہو جائے گی۔ قاعدہ ۷۲ (۲) کے تحت۔ اگلی نمبر ۳۳' جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب۔

RE: MINE BLAST IN CHAMAN

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ 'جنگ' کوئٹہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ چمن میں بارودی سرنگ پھٹنے سے ایک سرکاری ٹرک کو شدید نقصان پہنچا۔ تفصیلات کے مطابق چمن میں سرحد کی طرف جانے والی بوغرہ روڈ پر نامعلوم تخریب کاروں نے بارودی سرنگ بچھا دی جب ایک ٹرک اس پر سے گزرا تو وہ پھٹ گئی۔ جس سے ٹرک کو شدید نقصان پہنچا تاہم کسی قسم کا جانی نقصان نہیں ہوا۔ ملک کی سلامتی اور تحفظ کے پیش نظر یہ بات بہت ہی اہمیت رکھتی ہے کہ حکومت اندرونی سرحدات پر بھرپور انداز میں عوام کا تحفظ کرے۔ اس لئے یہ فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا ایوان کا فرض ہے کہ اس اہم مسئلہ پر غور فرمائے۔

Is it being opposed ?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : Sir, I would not say that I am opposing it but it is, what I would consider, factual inexactitude.

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بارودی سرنگیں اس ملک میں پھٹ رہی ہیں اور دھماکے ہو رہے ہیں۔ اس کے متعلق میں مفصل بیان دے چکا ہوں کہ ہمارے مخالفین اس قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں لیکن یہ واقعہ جو انہوں نے بیان کیا ہے اس کے متعلق میں نے معلومات حاصل کی ہیں اور بلوچستان کی حکومت کی طرف سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ یہ واقعہ چمن اور اس روڈ پر ہوا ہی نہیں یعنی جنگ کوئٹہ میں جو خبر شائع ہوئی ہے وہ درست نہیں ہے۔

Mr. Chairman : The facts are being denied.

نمبر ۲ اسی معاملے پر پرسوں اترسوں ٦ تاریخ کو بڑی بھرپور بحث ہوئی جس میں جناب میرداد خیل صاحب mover تھے تو میرے خیال میں

under Rule 71 (d), it would be reviving discussion on a matter which has already been discussed in great details. So, this will have to be, I am affraid, ruled out of order under Rule 71 (d) which says;

"It shall not revive discussion on any matter which has been discussed in the same session or in the Assembly within the last six months".

So, apart from the fact, that the basis of the motion are not there, the facts mentioned in it are also not correct and No. 2, it revives discussion on a matter which has been discussed in details only three days back. So, it is ruled out of order. Next one No. 54.

RE: INTERFERENCE IN INTERNAL AFFAIRS OF PAKISTAN BY KABUL REGIME

قاضی حسین احمد: میں تحریک التواء پیش کرتا ہوں کہ اخباری اطلاع کے مطابق کابل انتظامیہ کا نمائندہ خیبر ایجنسی میں حکومت پاکستان کی حالیہ کارروائیوں کے خلاف اقوام متحدہ میں آئے ہوئے وفود میں رائے عامہ کو ہموار کر رہا ہے۔ یہ ہمارے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے۔ جو تشویش کا باعث ہے۔ لہٰذا میری تحریک التوا پر ایوان کی معمول کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

Mr. Chairman : Who is going to oppose it on behalf of the Government? Yes, Mr. Zain Noorani.

Mr. Zain Noorani : Sir, now this is an adjournment motion. Before raising any technical objection to it, I would like to say

something. There are certain matters which affect the entire country and are very important undoubtedly. But unfortunately, you, Mr. Chairman, have just said that you and I are both bound by the rules. And, therefore, one has to oppose it not because one does not agree with what is being said.

In this case, this is an adjournment motion attempted to be made with regard to the normal diplomatic activity of a diplomat of an other country for which the Government of Pakistan has no control. And as such in accordance with rules and traditions this can not form the basis of an adjournment motion. But the matter is of such a nature that the entire country is interested in it. And it is fair that the member of the Senate should be given information about what is happening and if you permit I would like to make a short statement on it.

Mr. Chairman : Right.

Mr. Zain Noorani : The Government of Pakistan has reacted strongly to this effort by the representative of the Karmal regime to interfere in Pakistan's internal affairs. It is protesting to the United Nations' Secretary General against this flagrant violation of the UN Charter which specifically prohibits interference in the internal affairs of the States.

This latest action by Karmal regime is yet another example of its futile efforts to hoodwink the world into believing that there was a parallel between the freedom struggle being waged in Afghanistan and the law enforcing action taken by Pakistan Government in its own territory. Such efforts are to be dismissed with the contempt that they deserve.

While it is for the Ministry of Interior to keep the Senate informed of the action taken in the Khyber Agency to restore the rule of law I would like to put at rest the fanciful canard that have emerged from the propaganda mills of our adversaries. The Government of Pakistan have always respected the traditional degree of autonomy granted to the Pushtoon tribes but the Government cannot be oblivious to its obligations for the maintenance of law and order and the preservation of the use of territory for anti-social activities. The

action was taken in pursuance of the Government's determined effort to root out drug processing and trafficking which has wrought havoc among the youth in Pakistan and throughout the world and to curb the use of the tribal area as a safe haven for lawless elements.

The law enforcing action taken two months ago has resulted in the destruction of 24 heroin laboratories and number of proclaimed absconders have been brought to book. The action was carried out entirely peacefully as far as possible. As is evident from numerous press statements the action has the full support of the patriotic people of the tribal belt who have left Malik Wali Khan Kukikhel and his small band of accomplices totally isolated. It is a fact that the Karmal regime backed by its foreign masters has been attempting to create disaffection and incite unrest in the tribal areas and have tried to use Kukikhel and his handful of supporters for this purpose by supplying them large quantities of money and arms. These efforts have, however, been rejected by the patriotic tribesmen of Pakistan. I thank you, Sir.

قاضی حسین احمد: جناب وزیر مملکت برائے امور خارجہ نے جو بیان دیا ہے اس میں تو بعض حقائق کا اظہار کیا گیا ہے لیکن انہوں نے جس ٹیکنیکل بنیادوں پر میری تحریک التواء کو مسترد کیا ہے، میں اس پر کچھ کہنا چاہتا ہوں؟

جناب چیئرمین: انہوں نے اپوز کیا ہے، مسترد کرنا میرا کام ہے۔

قاضی حسین احمد: انہوں نے اپوز کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے جناب یہ ایک علامت ہے اس گہری سازش کی جو کہ اس وقت ہو رہی ہے کابل regime کے آدمی کا اقوام متحدہ میں خیبر ایجنسی کو issue بنانا درحقیقت اس سازش کی ایک علامت ہے جو کہ اس وقت اس لئے ہو رہی ہے کہ قبائلی علاقے کو ایک طرح سے پاکستان سے باہر ایک بفرزون کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔ جیسے یہ کوئی پاکستان سے باہر کا علاقہ ہے اور ان کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوا ہے اور اگر اس میں پاکستانی حکومت مداخلت کرتی ہے تو کسی دوسری حکومت کو بھی مداخلت کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بات نہ صرف ملک ولی خان کوکی خیل نے کی ہے جس کا انہوں نے نام لیا ہے بلکہ ہمارے ملک کے اندر سیٹلڈ ایریا میں ایسے سیاسی لیڈر موجود ہیں جنہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ ولی خان کوکی خیل کے ساتھ بات کی جائے۔ آپ کے صوبے سرحد کے گورنر بھی کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ بات چیت کر رہا ہوں جب کہ بیان میں

جناب وزیر صاحب نے باقاعدہ کہہ دیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ ان کے پاس اسلحہ آیا ہے قابل regime سے اور اس سازش میں کابل regime کے ساتھ ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ اس کے بعد ہمارے ایک گورنر کا اس کے ساتھ بات چیت کرنا' ہمارے سیاسی لیڈروں کا کہنا کہ ان کے ساتھ بات چیت کی جائے۔ Kabul regime کے اس بیان کو تقویت پہنچاتا ہے اور وہ جو حالیہ مہم چلا رہے ہیں کہ اس کو ایک آزاد علاقہ ظاہر کیا جائے اس کو اس سے تقویت ملتی ہے۔ جناب والا! یہ پاکستان کے قبائلی علاقے کو پاکستان کا ایک لازمی حصہ ہونے کی نفی کرتا ہے اور اس ذریعے سے ہم ایک گہری سازش کا شکار ہو سکتے ہیں اس لئے میری یہ استدعا ہے کہ صرف یہ نہیں ہے کہ ایک بیرونی ملک کے خارجی آدمی نے کوئی بات کی ہے اور اس کی بنیاد پر ہم اس کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتے بلکہ اس کے بہت سے ایسے پہلو ہیں کہ جن کا ہمارے اپنے ملک کے ساتھ تعلق ہے ان پر بھی ہم بات کر سکتے ہیں۔

اقوام متحدہ کا جو چارٹر ہے اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ قوموں کے داخلی امور میں اور مملکتوں کے داخلی امور میں مداخلت نہ کی جائے۔ اگر اسی پلیٹ فارم کو اس لئے استعمال کیا جائے کہ ان ممالک کے داخلی امور میں مداخلت کی جائے اور اس کو ایک ذریعہ بنایا جائے قوموں کے اور پاکستان کے خلاف ایک پروپیگنڈہ مہم چلانے کا تو یہ اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر ہماری حکومت نے کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ اس پر تو بہت سخت aggressive رویہ اختیار کرنا چاہئے اور خود اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے بھی احتجاج ہونا چاہئے کہ اس پلیٹ فارم کو کیوں ایسے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ بالکل اقوام متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہیں۔

میری یہ استدعا ہے کہ ٹیکنیکل بنیادوں پر بھی اور اس دلیل سے بھی جو انہوں نے بتائی ہے یہ تحریک التواء خلاف قاعدہ نہیں ہے میں پھر یہ استدعا کروں گا کہ اس کو ایڈمٹ کیا جائے۔

Mr. Chairman : Would you like to answer some of the additional points made by Qazi Hussain Ahmed ?

Mr. Zain Noorani : Sir, in the first instance I would like to say that I tried my best, looking to the nature of the subject, to raise only one technical objection so as to belittle the adjournment motion. I have not contradicted that its contents are of an important nature for the

entire country and they should be, if possible, laid in a proper way. I do not dispute the thought provoking statement made by the honourable Senator but I still maintain that however, thought provoking they may be, they don't make basis of an adjournment motion. Not only it is beyond the scope of the rules as provided for adjournment motions and as much as it covers something over which the Federal Government has no control. Also, it does not relate to any matter which had happened yesterday or day before yesterday. And it is a continuous process. The Afghan representatives in the United Nations, it is part of his daily job to make such moves. It is a continuous process. Therefore, it does not become subject of an adjournment motion. The third thing is, Sir. . . . . .

Mr. Chairman : Aggressive response in the United Nations itself.

Mr. Zain Noorani : As far as that is concerned in my statement itself: I have said that we are making an aggressive protest in the United Nations and adopting all possible methods and means to counteract this surreptitious move of the Afghan Government. The Government of Pakistan is fully aware of its responsibility and just as in the past, I am confident, Pakistan Government has been able to expose the Soviet entry in Afghanistan in the past, I am confident, that this move also of the Afghan Government will meet with equal failure in the opinion of the entire world community.

قاضی حسین احمد : جناب والا! وزیر صاحب کے بیان اور ہماری داخلی پالیسی جس کے مطابق گورنر نے کہا کہ میں ان کے ساتھ بات چیت کر رہا ہوں جب کہ وزیر صاحب اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ ان کے خلاف ہم ایک جارحانہ رویہ رکھتے ہیں۔ یہ دونوں باہم متضاد ہیں یہ بیانات اور یہ رویہ جو عملاً یہاں اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس میں تضاد ہے۔

جناب چیئرمین : گورنر کا conduct یہاں پر زیر بحث نہیں ہے جو چیز زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ یہ تحریک التوا ایڈمسیبل ہے یا نہیں ہے۔ مجھے جناب زین نورانی صاحب سے اتفاق ہے کہ وہ معاملہ جو کہ انتظامی ذمہ داری ' وزیروں کی ذمہ داری میں نہیں ہے یا حکومت پاکستان کے زیر اثر نہیں ہے وہ تحریک التواء کا subject نہیں بن سکتے باقی آپ کوئی اور

ریزولیوشن کوئی اور طریقہ ضرور اختیار کر سکتے ہیں۔ جس میں یہ سب باتیں جو آپ فرما رہے ہیں discuss ہو سکیں۔ ان پر بحث کی جا سکتی ہے لیکن یہ ایڈ جرنمنٹ موشن کا موضوع نہیں بن سکتا۔

Then I will have to rule it out of order. Thank you.

We will come to the next item on the agenda. There are two items: one is further discussion on the Report of the Council of Islamic Ideology and the next one is discussion on the adjournment motion which was moved by Prof. Khurshid Ahmad and which was admitted. About the adjournment motion, I don't know how much time it will take but, under the rules not more than two hours are going to be provided and assuming that we shall work, say, till 1.30 P.M. probably, we can have one or two speakers on the Report of the Council of Islamic Ideology also, and then to start discussion on the adjournment motion, says, at 12.00 o'clock. Will this be acceptable to the House? If this is so, then I would request Khan Muhammad Ali Khan to address the House on the Report of the Council of Islamic Ideology.

DISCUSSION ON THE REPORT OF THE COUNCIL OF ISLAMIC IDEOLOGY

جناب محمد علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! اسلامی نظریاتی کونسل نے جو رپورٹ برائے ۷۸-۱۹۷۷ء مرتب کی ہے اس میں بہت سی سفارشات یقیناً لائق تحسین اور آفرین ہیں۔ ممبران کونسل نے اس ضمن میں کافی کوشش کی ہے اور ہمیں ان کی کاوشوں کو یقیناً سراہنا چاہئے۔ جناب والا! پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا، اور صرف اسی رشتے کے ذریعے اسکا وجود برقرار رہ سکتا ہے۔ میں اس بے بنیاد پروپیگنڈے کی پرزور تردید کرتا ہوں کہ اس مملکت خداداد کا قیام اقتصادی بنیاد پر عمل میں لایا گیا یہ نظریہ بے دین کمیونسٹوں کا تو ہو سکتا ہے لیکن مخلص کارکنان تحریک پاکستان کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! معماران پاکستان کے سامنے ایک واضح نصب العین تھا۔ لہذا پاکستان بننے کے بعد اسی مقصد کی خاطر اسی نظریاتی کونسل کا قیام عمل میں آیا، جس کے ذریعے حکومت کو مفید مشورے ملتے رہتے ہیں..........

مولانا کوثر نیازی : پوائنٹ آف آرڈر، کورم نہیں ہے؟

(گھنٹی بجائی گئی)

جناب چیئرمین : شروع کریں، کورم پورا ہو گیا ہے۔

جناب محمد علی خان : جناب والا! یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ عام طور پر حکومتیں پالیسی بناتے وقت متعدد کمیٹیوں اور کونسلوں کے ذریعے سفارشات اور رپورٹیں مرتب کراتی ہیں۔ اس پر نہ صرف کافی وقت بلکہ قوم کا کافی سرمایہ بھی صرف ہوتا ہے۔ لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ یہ رپورٹیں جب مرتب ہو جاتی ہیں تو وہ فائل کور میں بند کی بند، رہ کر ریکارڈ روم کی زینت بن جاتی ہیں کیونکہ کسی کو انہیں پڑھنے کے لئے وقت نہیں ملتا، چہ جائے کہ ان پر پوری طرح عمل در آمد کیا جائے۔ یہ سالہا سال کولڈ سٹوریج میں پڑی رہتی ہیں اور اگر خوش قسمتی سے حکومت ان پر غور و خوض کرے تو پھر ان پر مکمل طور پر in toto عمل در آمد نہیں کیا جاتا، بلکہ جزوی طور پر ان پر عمل در آمد کیا جاتا ہے جس طرح کہ اس رپورٹ کے خانہ کیفیت سے ظاہر ہے۔ جناب والا! اگر دنیاوی معاملات کے بارے میں سفارشات پر جزوی عمل در آمد ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب دینی اور خالص شرعی معاملات کے بارے میں کوئی جزوی عمل در آمد کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ منافقت کے مترادف ہے جس کا کوئی بھی راسخ العقیدہ مسلمان تصور تک نہیں کر سکتا۔ جناب والا! جہاں تک ان سفارشات کا تعلق ہے نماز کا مسئلہ اس میں سرفہرست ہے اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا کیونکہ بقول شخصے

روز محشر کہ جہاں گداز بود

اولین پرسش نماز بود،

جناب والا! اس ضمن میں حکومت نے احکامات تو جاری کر دیئے ہیں لیکن بات پھر وہی ان پر عمل در آمد کی آ جاتی ہے۔ میرے مشاہدے میں پانچ میں سے تقریباً ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور چار اس نمازی کا تماشہ کرتے ہیں کہ یہ قیام کیسے کرتا ہے، رکوع میں کیسے جاتا ہے اور سجدہ کیسے کرتا ہے یعنی ۲۵ فی صد لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ۷۵ فیصد ان کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ جناب والا! جب ایک اسلامی ریاست میں لیڈران قوم اور اہلکاران حکومت کا یہی حال ہو تو پھر عوام کا اللہ ہی حافظ ہے۔ اس ضمن میں ایک زمانے میں ناظمین صلوٰۃ کی ایک فوج بھرتی کی گئی تھی، لیکن اب ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ساری کی ساری فوج چھٹی پر چلی گئی ہے یا مارشل لاء کے

اختتام کے بعد وہ ناظمین صلوٰۃ بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ مذہبی امور کی وزارت کو اب چاہیئے کہ وہ اس بارے میں حرکت میں آئے اور مسلمانوں کو اوقات نماز اور مساجد کے راستے بتائے جس طرح جناب والا کو خود یاد ہو گا کہ پشاور شہر میں ایک سیٹھی صاحب مرحوم ہوا کرتے تھے تو وہ نماز کے اوقات میں بازاروں میں نکل کر لوگوں کو مساجد کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ ہمیں ایسے مخلص مسلمانوں کی ضرورت ہے جو صرف کاغذی کارروائی میں مصروف نہ ہوں جیسے کہ ناظمین صلوٰۃ مقرر کیے گئے اور پھر اپنے کام پر انہوں نے توجہ نہیں دی ہمیں ایسے ناظمین صلوٰۃ چاہئیں جو کہ باقاعدہ بازاروں اور گلیوں میں نکلا کریں اور لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کیا کریں۔ جناب والا! جہاں تک رمضان کا تعلق ہے تو بہت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بڑے شہروں میں لوگ احترام رمضان پر اکتفا کرتے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ شہروں میں سارے لوگ جو ہیں وہ روزہ خور واقع ہوئے ہیں۔ ان میں بہت سے پابند صوم صلوٰۃ بھی ہیں لیکن آج کل جو نوجوانوں کی اکثریت ہے وہ صرف احترام رمضان کرتی ہے۔ رمضان کا اہتمام نہیں کرتی۔ جناب والا! یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بدنی عبادات یعنی نماز اور روزہ کے لئے یہ ظاہر ہے کسی سے بہ زور عبادات نہیں کرائی جا سکتیں اس کے لئے تبلیغ کی ضرورت ہے جس کے لئے حکومت کو متوجہ ہونا چاہیئے۔

جناب والا! زکوٰۃ کے بارے میں بہت بلند دعوے کئے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اس کے مطالعے کے لئے غیر ملکی ماہرین اقتصادیات یہاں پاکستان آئے انہوں نے اس subject کو study کیا اور اس کو بہت سراہا۔ لیکن اگر بنظر غائر اس سکیم کو دیکھیں تو اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ جناب والا! زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے ہیں یعنی جب کسی مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو وہ مال پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اس میں برکت آجاتی ہے لیکن جب زر اصل سود سے آلودہ ہو تو وہ کیسے پاک ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال وہ اس black money کی نہیں ہے جس کو بانڈز کے ذریعے وائٹ کیا جا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے قوانین کے ساتھ کھیل نہیں کھیلا جا سکتا۔ جناب والا! پھر اس کی تقسیم کا جو انتظام ہے وہ انتہائی ناقص ہے کیونکہ جو ناظمین زکوٰۃ اس کو تقسیم کرنے پر لگے ہوئے ہیں تو وہ جو ان کے من پسند ہیں انہیں اس میں سے رقم دی جاتی ہے اور جو ان کے مخالفین ہیں، چاہے وہ مستحقین کیوں نہ ہوں

ان کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جنہوں نے اس کو ووٹ نہیں دیا ان کے کہنے پر تو اس کو بھی اس سے یکسر محروم کیا جاتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ جو تقسیم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے یہ نہایت ہی ناقص ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہم نے مستند گداگروں کی ایک فوج بھرتی کر لی ہے ان کی باقاعدہ فہرستیں مرتب کی گئی ہیں جو ناظمین زکوٰۃ کے رحم و کرم پر ہے۔ کاش! اس بارے میں ہم کوئی اجتہاد سے کام لیتے تو اس زر کثیر سے ملک میں شرح خواندگی کو بڑھانے یا صحت عامہ پر یہ رقم خرچ کی جاتی یا اس کے ذریعے کارخانے بنائے جاتے جس میں مستحقین کو روزگار میسر کیا جاتا اور ملک کی اقتصادی حالت اتنی اچھی ہو جاتی تو پھر اس وطن عزیز میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوتا تب جا کر یہ سکیم کامیاب ہوتی اور capitalist اور سوشلسٹ ممالک کو حیرت ہوتی لیکن ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر بیٹھے ہیں۔

جناب والا! ۱۹۷۳ کے آئین کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی جو مجوزہ ترامیم ہیں ان کے بارے میں حکومت کا کچھ رویہ یوں ہے آپ کی اجازت سے وہ پڑھ دیتا ہوں " آئین میں ترمیم کرنے سے پہلے صوبائی ہائی کورٹوں میں شریعت بنچ قائم کئے گئے لیکن علماء ان کی کارکردگی پر مطمئن نہ ہوئے اس پر دوبارہ آئینی ترمیم کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی ہے جس کو ماسوائے جناب والا! "ماسوائے" کا لفظ ذرا نوٹ فرمائیں جس کو ماسوائے آئین، پرسنل لاء، عائلی قوانین اور پروسیجر لاء اور بینکنگ وغیرہ سے متعلق قوانین کے بقیہ تمام قوانین میں موجودہ شقوں کو خلاف اسلام قرار دینے کا اختیار دیا گیا ہے "، یعنی بالفاظ دیگر اس پر جزوی عمل درآمد کیا گیا ہے اور اسی طرح ہم اپنے معاشرے کو سود کی لعنت سے نجات ہرگز نہیں دلا سکتے۔ ہر ایک ذی ہوش کو وہی کل والے پرانے نعرے یاد آتے ہیں کہ مذہب ہمارا اسلام لیکن معیشت ہماری سوشلزم 'اللہ اکبر' اس وقت تو جناب والا! یہ سوشلزم کا دلفریب مگر گمراہ کن جو شوشہ تھا اور یہ نعرہ تھا یہ چل گیا تھا لیکن اب تو حالت ایسی ہے کہ لوگ پاکستان میں تذبذب کا شکار ہیں اب کچھ روشنی نظر آ رہی ہے اور اس دورنگی سے لوگوں کو نجات دلانے کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب نواں ترمیمی بل اور شریعت بل اس ایوان میں پیش ہونے والے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سہرا، ممبران سینٹ کے سر ہو گا۔

جناب والا! یہی حال فحاشی، فحش نگاری، عریانی کے بارے میں ہے جس کے بارے میں حکومت نے کوئی ٹھوس اقدامات ابھی تک نہیں کئے یعنی یہ ملک میں روز افزوں ترقی کر رہی ہے

اور وی سی آر اور ہیروئن نے ہماری نئی نسل کو تباہی کے کنارے کھڑا کر دیا ہے۔

جہاں تک قانون نفاذ حدود کا تعلق ہے تو اس میں اگر آپ دیکھیں تو قصاص اور دیت کے بارے میں معنی خیز خاموشی ہے اور آج تک کسی ایک شخص کی انگلی تک نہیں کاٹی گئی چہ جائیکہ کسی کا قطع ید ہو۔ جناب ان half hearted measures سے پاکستان کے عوام دل برداشتہ ہو چکے ہیں مارشل لاء سے قبل ملک میں بیک وقت تین قوانین نافذ تھے اب خداوند تعالیٰ کے فضل سے دو قانون نافذ ہیں یعنی شرعی قانون اور تعزیرات پاکستان۔ اس دورنگی کی وجہ سے جرائم کی رفتار بڑھ گئی ہے اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے آج تک عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک زمانے میں اس کے لئے تاریخ بھی متعین کی گئی تھی لیکن معلوم نہیں اس پر آج تک عمل درآمد کیوں نہیں ہو سکا۔

جناب والا! اس طرح اسلام کے نظام عدل میں کورٹ فیس کی کوئی گنجائش نہیں لیکن یہاں صرف چھوٹ ۲۵ ہزار مالیت تک دی گئی ہے یعنی ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ احکامات خداوندی پر ایک طرف اس کی پاسداری اور دوسری طرف روگردانی یعنی کچھ آیات قرآنی پر یقین اور کچھ سے انحراف 'اب یہ جو چیز ہے پھر وہی منافقت۔ جناب ان سب چیزوں کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کیا اس ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کوشش کی جا رہی ہیں یا خدانخواستہ خدانخواستہ اس ملک میں بیسویں صدی کے دین الٰہی کے لئے راہیں ہموار کی جا رہی ہیں۔

جناب والا! جہاں تک نظام تعلیم کا تعلق ہے میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مارشل لائی نظام میں اگر کوئی بامقصد اور مفید ترین کام ہوا ہے تو وہ نئی تعلیمی پالیسی کا نفاذ تھا۔ اس کے تحت ہم نے نصاب سے نظریہ پاکستان اور اسلام کے خلاف جتنا بھی مواد تھا اسے یکسر خارج کر دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ نئی کتب کا بوجھ غریب طلباء کے نادار والدین پر پڑتا ہے۔ لہٰذا نئے نصاب کی جگہ فی الحال ترمیم شدہ نصاب رائج ہوا اور نئے نصاب کی تدوین کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کا حشر آپ سب کے سامنے ہے اور اس میں آج تک کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ اس پالیسی میں یہ بھی وضاحت کی گئی تھی کہ ملک سے یکسر مخلوط تعلیم کو ختم کیا جائے گا اور ملک کے ہر صوبے میں لڑکیوں کے لئے علیحدہ یونیورسٹیاں عمل میں لائی جائیں گی لیکن افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہماری ان بے بس لڑکیوں کا خواب آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا جو ملک کے اندر یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کی وجہ سے BA/BSc پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم

کے حصول سے محروم رہ گئی ہیں اور پھر وہ بھی اسے ملک میں' جہاں کی ۱۱فی صد لڑکیاں تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں جناب والا! اسی مخلوط تعلیم' فحاشی' عریانی اور فحش نگاری communistic socialistic لٹریچر کا گہرا اثر نوجوان نسل پر ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اسلام سے دور جا رہی ہے لیکن آج تک حکومت نے اس کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا اور نہ کر سکتی ہے۔

جناب والا! اس پالیسی کے تحت یہ دوٹوک فیصلہ بھی ہوا تھا کہ آئندہ ذریعہ تعلیم اردو ہوگا اردو اور اس کے ساتھ ایک تسلیم شدہ صوبائی زبان ذریعہ تعلیم ہوگی اور انگریزی کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے چھٹی جماعت یعنی پرائمری کے بعد پڑھایا جائے گا۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ بعد میں انگلش میڈیم سکولوں کو برقرار رہنے دیا گیا اور جو پابندی اس پالیسی کے تحت انگلش میڈیم سکولوں پر عائد کی گئی تھی اس کو نہ صرف ہٹا لیا گیا بلکہ انہیں کھلی چھٹی دی گئی کہ نئی نسل کی پرورش مغربی انداز فکر میں ہو اور اسلامی نظریہ حیات سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہ رہے۔ جناب والا! جیسا کہ آپ کو خود معلوم ہے کہ انگلش میڈیم سکول میں سینئر کیمبرج کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کو تیار کیا جاتا ہے۔ میٹرک کا نصاب علیحدہ اور کیمبرج کا نصاب بالکل علیحدہ ہے جو کہ نہ صرف غیر ملکی ہے بلکہ ہمارے قومی تقاضوں سے ہم آہنگ بھی نہیں ہے۔ یہ جو ڈیپارچر ہوا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ظلم عظیم ہوا ہے اس قوم کے ساتھ۔ بلکہ یہاں تک اس پالیسی میں درج ہے کہ ۱۹۸۹ میں میٹرک کا امتحان صرف اردو میں لیا جائے گا۔ آج ۱۹۸۶ ہے تین سال کے بعد میں حیران ہوں کہ ان بچوں کا کیا حشر ہو گا۔ اگر کوئی آج اس پالیسی کو صحیح معنوں میں نافذ کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ چار سالوں میں بچوں کے لئے یہ ناممکن سی بات ہو گی کہ وہ میٹرک کا امتحان اردو میں دیں۔ کیونکہ ان کو پچھلی دفعہ کافی چھوٹ دی گئی ہے۔ جناب والا! اسی طرح ہم نے ملحدانہ نظریات اور مغربی افکار و ثقافت کے لئے راہیں ہموار کر دی ہیں اور اس کی یورش کے لئے ہم نے دروازے کھلے چھوڑ دیئے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم دن رات اسلام کا راگ الاپتے رہتے ہیں ہم حیران ہیں کہ جائیں تو کدھر کو جائیں۔ مجھے اس وقت فارسی کا وہ شعر یاد آ رہا ہے کہ۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

جناب والا! جہاں تک اصحاب اقتدار کا تعلق ہے ان کو راہ راست پر لانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم صرف ان کے حق میں یہی دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اس خداداد مملکت کو صحیح اسلامی اور فلاحی مملکت بنانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین' و آخر دعوناان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ وقت آگیا ہے کہ تحاریک التوا کو ہم لے لیں تقریباً ڈیڑھ بجے اذان ہوگی اس دوران ڈیڑھ گھنٹہ میں تحریک التوا پر ہی بحث کی جائے۔

میر نبی بخش زہری: پوائنٹ آف آرڈر جناب عزت مآب چیئرمین صاحب! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری نئی کابینہ بن گئی ہے اور ان کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ قانونی طور پر جیسے بیج ہم سینٹر یا ایم این ایز لگاتے ہیں تاکہ ہماری شناخت ہو سیکورٹی کے لئے۔ تو میری آپ سے یہ عرض ہے کہ کیا آپ ہم سب ممبروں کی مدد کریں purpose کہ ہمارے وزیر' فیڈرل منسٹرز اور سٹیٹ منسٹرز' وہ مخصوص بیج لگائیں کہ وہ اس محکمے کے ذمہ دار ہیں اس کا نام یہ ہے۔ چونکہ اکثر و بیشتر دوستوں کو شاید ہم نہ پہچان سکیں۔ اس سے ہمارا مقصد ان کی عزت اور احترام کرنا ہے اور جو لوگ کسی محکمے کے وزیر سے ملنا چاہتے ہیں ان کو آسانی ہو۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ قانون اور رولز کی بات ہے کہ ان کو بھی یہ بیج لگانے چاہئیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ کی غیر حاضری میں یہی سوال اٹھایا گیا تھا اور ہم نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ ان کے نام عہدے اور ایڈریسز آپ کو سرکولیٹ کیے جائیں گے۔ شکریہ۔ جناب پروفیسر خورشید صاحب! ہاں میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگلے دن جب اسلامی نظریاتی رپورٹ پر بحث ہوگی کہ اس میں قاضی حسین احمد سرفہرست ہیں تو ان سے ہی آغاز ہوگا۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! میں پرسوں کے لئے کام کی وجہ سے چھٹی کی درخواست دے رہا تھا اور میں اس پر بولنا بھی ضرور چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ یہ تحریک التوا ضروری ہے اس لئے اس کو لیا جائے۔ آپ نے جو ۱۲ تاریخ مقرر کی ہے اگر آپ مجھے اس کے بعد موقع دے سکیں۔

جناب چیئرمین: اسے ۱۲ یا ۱۳ تاریخ تک ختم کرنا ہے۔ مجھے تاریخ یاد نہیں اس دن موقع دیا جائے گا۔ میں صرف نام بتانا چاہتا تھا جو میری لسٹ پر ہیں جناب پروفیسر خورشید صاحب۔

ADJ. MOTION *RE*: ISLAMISATION POLICY OF THE FINANCIAL INSTITUTIONS IN THE COUNTRY

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

جناب چیئرمین: میں آپ کا اور محترم وزیر خزانہ کا ممنون ہوں کہ بالآخر ہم اس تحریک التواپر گفتگو کرنے کی پوزیشن میں آئے۔ گو انتظار کی یہ طویل رات ساڑھے چار مہینوں پر محیط ہے لیکن پھر بھی یہ موقع ہمیں مل گیا اور میں اس کے لئے آپ کا ممنون ہوں۔ جناب والا! میں موشن آپ کے سامنے دوبارہ پڑھنے سے پہلے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گو اس زمانے میں وزارت خزانہ کی ذمہ داری محترم ڈاکٹر محبوب الحق صاحب سے منتقل ہو کر جناب یاسین وٹو صاحب پر آگئی ہے اور پچھلی قرارداد میں جس پالیسی پر تنقید کی گئی اس بارے میں ابھی تک کوئی ایسی چیز ہمارے سامنے نہیں آئی جس کے نتیجے کے طور پر میں سمجھوں کہ پالیسی میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اس لئے افراد کی تبدیلی سے میری قرارداد متاثر نہیں ہوتی۔ میں سابق وزیر اور موجود وزیر دونوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کی ذات کے بارے میں مجھے کوئی چیز نہیں کہنی لیکن ہماری دلچسپی اس حکومت کی policies سے ہے۔ میری گفتگو کا اصل ہدف وہ پالیسی ہی ہو گی۔ جناب والا! میں نے اس قرارداد میں یہ بات کہی تھی۔

> "I beg to move that the business of the House be adjourned to consider a specific event of urgent national importance that the State Bank of Pakistan, in a letter, dated the 24th August, 1985, has advised all banks to invest their PLS deposits in Government securities including treasury bills. The instruction of the State Bank of Pakistan, has caused grave uncertainty about the legitimacy of the entire scheme on profit-*cum*-loss sharing to which the banking system is reported to have been switched over from 1st July, 1985. The House may, therefore, be adjourned to discuss this issue.

جناب والا! جیسا کہ اس قرارداد سے واضح ہے میں اس وقت ایک بہت ہی specific مسئلے کے اوپر بات کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حکومت نے پچھلے دنوں مالی نظام کو بینکنگ کے نظام کو، سود سے پاک کرنے کی پالیسی کو اختیار کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ محیط ہے دونوں دائروں پر یعنی پرائیویٹ سیکٹر اور گورنمنٹ یا پبلک سیکٹر کے لئے اس سلسلے میں جو نئی ہدایات جاری کی گئی

ہیں۔ انہوں نے اس پورے عمل کو برے طریقے سے متاثر کیا ہے اور یہ ایسی اہم چیز ہے کہ جس کا نوٹس نہ لیا جانا میری نگاہ میں تین پہلوؤں سے بڑا ہی serious lapse ہو گا۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس ملک کا قیام ہی اس مقصد کے لئے ہوا تھا کہ یہاں اسلام کے نظام زندگی کو اس کی مکمل شکل میں نافذ کیا جائے گا اور اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام، جو قوانین، جو ہدایات دی ہیں ان پر مکمل عمل ہو گا۔ قائد اعظم مرحوم نے یکم جولائی ۱۹۴۸ میں سٹیٹ بنک کا افتتاح کرتے ہوئے اس امر کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ ہمارا نیا مالی نظام سود سے پاک ہونا چاہئے اور اس کے لئے سٹیٹ بینک جو کام کر رہا ہے اس کا میں بڑی دلچسپی اور بے چینی سے انتظار کروں گا۔ objective resolution میں ملک کے پورے نظام کو احکام اسلامی کے تابع کرنے کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ ۱۹۵۶ کے پہلے دستور میں اس بات کا اعلان کیا گیا تھا کہ ۷ سال کے اندر اندر سود کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور ۱۹۷۳ کے دستور میں جس پر کہ اس وقت ہم کام کر رہے ہیں صاف الفاظ میں آرٹیکل ۳۹ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ حکومت کے مقاصد اور پالیسیز کا ہدف یہ ہو گا کہ to eliminate 'Riba' as early as poossible جناب والا! اس پس منظر میں فروری ۱۹۷۹ میں پہلی مرتبہ ایک واضح اقدام حکومت نے کیا اور وہ یہ کہ این آئی یونٹ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن، آئی سی پی میوچل فنڈ اور زرعی قرضے ان چار میدانوں میں، فوری طور پر سود کے خاتمے کا اعلان کیا گیا اور دستوری طور پر یہ تسلیم کیا گیا کہ تین سال کے اندر اندر ملکی معیشت سے سود کو کلی طور پر ختم کر دیا جائے گا۔ جناب والا! میں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ تین سال کی حد سے ہم نے کس طرح کھیلا ہے اور مختلف دستوری ترامیم کے ذریعے کس طرح وقتاً فوقتاً اس کو بدلہ گیا ہے۔

میں ذرا مثبت پہلو پر اپنی توجہ کو مرکوز کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس کے بعد دوسرا اہم قدم پہلی جنوری ۱۹۸۱ میں اٹھایا گیا جس کے تحت پی ایل ایس اکاؤنٹس ربا پر مبنی بینکوں میں کھولے گئے اور اس کام کے لئے بینکنگ کے قانون میں ۲۶۔ اے کے باب کا اضافہ کیا گیا اور ۲۴ دسمبر ۱۹۸۰ کو سٹیٹ بینک نے واضح ہدایات دیں جس میں بتایا گیا کہ پی ایل ایس کھاتے کو کن کن مقامات پر استعمال کیا جائے گا اور میں آپ کو یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر ان ہدایات میں گورنمنٹ سیکورٹیز اور ٹریژری بل ان دونوں کو نکالا گیا۔ جو اس بات کا بین

ثبوت تھا کہ حکومت نے اس بات کو تسلیم کیا کہ یہ مبنی بر سود ہیں اور اگر ان کھاتوں کی رقوم کو اس طرح استعمال کیا جائے گا تو یہ اسلام کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہو گی۔ جناب والا! پھر ۸۵-۱۹۸۴ کا بجٹ ایک نیا سنگ میل ہے جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ آپ نے اس وقت تین stages میں ملکی معیشت سے سود کو نکالنے کا ٹائم ٹیبل پیش کیا۔ پہلی جنوری سے تمام نئی سرمایہ کاری جس میں Banking system *vis-a-vis* Government and public سے سود کو نکالنے کا اعلان کیا گیا۔ بارہ modes of financing مرتب کیے گئے اور بینکوں کو متوجہ کیا گیا کہ آئندہ وہ ان modes کی مناسبت سے قرضے دینے کا کام سرانجام دیں۔ تمام نئی سرمایہ کاری خواہ اس کا تعلق پبلک سیکٹر سے ہو یا پرائیویٹ سیکٹر سے، فرموں سے ہو یا individual سے، دوسرے الفاظ میں یکم اپریل ۱۹۸۵ کو اس پروگرام کے مطابق Assets side کو مکمل طور پر سود سے پاک کرنے کا ٹائم ٹیبل دیا گیا۔ اور پھر یکم جولائی ۱۹۸۵ سے Assests side کے ساتھ ساتھ liability side کو بھی کم از کم ملک کے اندر سود سے پاک کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس میں صرف دو exceptions تھیں۔ ایک fixed deposit جو ابھی mature نہیں ہوئے ہیں اور دوسرے foreign deposit جناب والا! ہم رفتار کے سست ہونے کے بارے میں شکایات بھی کرتے رہے اور آپ کو یاد ہو گا کہ مجھے ان پالیسیوں پر بنیادی اختلافات رہے ہیں اور ان کا میں وقتاً فوقتاً اظہار کرتا رہا ہوں لیکن اس سب کے باوجود جو ٹائم ٹیبل ۸۵-۱۹۸۴ء کے بجٹ میں دیا گیا اسے میں ایک سنگ میل قرار دیتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ ملک کے بینکنگ کے نظام کو صحیح خطوط پر اسلامی خطوط پر لانے کے لئے ایک مثبت اور significant اقدام کیا گیا ہے۔

لیکن جناب والا! مجھے یہ بات بڑے دکھ سے کہنی پڑتی ہے کہ اس دور میں بھی جس طریقے سے کام ہو رہا تھا اس پر تین پہلوؤں سے قوم میں شدید اضطراب اور بے چینی تھی۔ پہلا یہ کہ حکومت نے یہ بارہ modes of financing تو ضرور بیان کر دئے لیکن ان کے درمیان ترجیحات کی کوئی ایسی گائیڈ لائنز، جن کے نتیجے کے طور پر بینک فی الحقیقت کچھ نئے راستے اختیار کریں اس لئے کہ اسلام نے سود کو اس لئے ختم کیا ہے کہ اسلام معیشت کا ایک بالکل نیا نظام قائم کرنا چاہتا ہے اور نئی بنیادوں کے اوپر جس میں نفع اور نقصان کی شرکت

equity sharing کی بنیاد پر risk sharing کی بنیاد پر وہ پورے کے پورے معاشی نظام کو وجود میں لانا چاہتا ہے۔ اس کی کوئی واضح ہدایات موجود نہیں ہیں پھر جو روایت قائم ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ fixed return سے قریب ترین جو راستے ہیں۔ اور خصوصیت سے mark up and mark down leasing یہ وہ طریقے تھے جن کو رواج دیا گیا۔ اور اکنامک سروے ۸۵-۱۹۸۴ میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ۸۵ فی صد جو وسائل دیئے گئے ہیں پی ایل ایس کے حسابات سے وہ سب کے سب near fixed یا near fixed return کی شکلوں میں دیئے گئے ہیں۔ جسے علماء نے مشتبہ قرار دیا ہے۔ علماء کا نقطہ نظر یہ تھا اور صرف علماء کا ہی نہیں بلکہ وہ تمام اکانومسٹ بھی جو سود کے خلاف ہیں اور جنہوں نے سود کو ختم کرنے کے لئے مختلف اوقات میں تجاویز پیش کی ہیں انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ بلاشبہ بیع معجّل مخصوص حالات میں ایک exception کے طور پر گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن نئے نظام کی بنیاد اسے نہیں بنایا جا سکتا اس لئے کہ اگر اسے نئے نظام کی بنیاد بنایا جائے تو پھر ایک دوسرے نام سے ایک دوسری garb کے اندر سود ہی کے نظام پر یہ سارے کا سارا نظام چلتا رہے گا۔ پاکستان اکنامک سروے میں ہمیں یہ significant observation ملتی ہے کہ۔

> "According to the Ulema the form in which PLS have so far been used in Bank arrangements and marked down do not conform to the Sharia. Influenced by the position of Ulema, a number of doubts remain in the minds of the common public about the Islamic modes of saving and financing."

اس کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے تیسری پریشانی اور اضطراب کی چیز یہ رہی ہے کہ سرکاری دفاتر میں وہ افراد جو اکنامک پالیسی میکنگ کا کام انجام دے رہے ہیں، جن کے ہاتھوں اس پوری سکیم کو نافذ ہونا تھا ان کی ذہنی، علمی اور عملی تربیت کا بروقت اور کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا گیا ایک طرف آپ پوری دنیا کو چیلنج کر رہے ہیں ایک طرف آپ دنیا کے مروجہ نظام کے مقابلے میں نیا نظام اور نیا راستہ کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری طرف جن افراد کو یہ کام کرنا ہے ان کی کوئی تربیت، ان کی کوئی رہنمائی، ان کی کوئی ٹریننگ نہیں ہو رہی ہے انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے ایک confusion کے عالم میں یہ سارے کا سارا کام ہوا

ہے لیکن ان تین بنیادی اعتراضات کے باوجود ہم نے بحیثیت مجموعی ان تمام کوششوں کی تائید کی، قدر کی، دعائیں کیں کہ وہ کامیاب ہوں۔ لیکن جناب والا! اس کے بعد جو نئی ڈویلپمنٹ سال رواں کے بجٹ کے موقع پر ہمارے سامنے آئیں، انہوں نے ہمیں چونکا دیا وزیر خزانہ نے بجٹ کی تقریر میں کھل کر یہ بات کہی کہ گورنمنٹ کے سیکٹر میں، پبلک کے سیکٹر میں سود گویا کہ ربا نہیں ہے انہوں نے سابقہ وزیر خزانہ کی تقریر کا غلط سہارا لیا۔ میں نے دونوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ سابقہ وزیر خزانہ نے چند مشکلات کی نشاندہی کی تھی اور یہ کہا تھا کہ ہمیں ان مشکلات کا حل نکالنا ہے لیکن کبھی انہوں نے یہ پوزیشن اختیار نہیں کی تھی سرکاری اداروں میں سرکاری معاملات کے اندر جو سود لیا یا دیا جاتا ہے وہ گویا کہ سود ہی نہیں ہے اور اس کے لئے یہ نئی دلیل لائی گئی چونکہ حکومت ایکسپلائٹ نہیں کر رہی اور جو سیونگز حکومت کے پاس آ رہی ہیں یہ ایگریکلچر اور صنعت کی ترقی کے لئے استعمال ہو رہی ہیں اس لئے اس سے کوئی بھی ایکسپلائٹیشن یا استحصال کا شائبہ نہیں ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے اسمبلی میں فوراً اس بات کو چیلنج کیا گیا، اسمبلی کے باہر اس بات کو چیلنج کیا گا اور وزیر خزانہ کو اپنی اختتامی تقریر میں ٹریپ وار کے انداز میں اولین پوزیشن سے تھوڑا سا پیچھے ہٹنا پڑا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیکنیکل retreat تھی، جس ذہن سے وہ پورے معاملات کو لے کر چل رہے تھے اور نئی پالیسیاں جو رخ اختیار کر رہی تھیں۔ اس کو تبدیل نہیں کیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سرکاری اداروں میں عملاً تمام interest bearing بانڈز کو باقی رکھا گیا نہ صرف ماضی کو باقی رکھا گیا بلکہ نئے بانڈز جاری کئے گئے اور اسی بجٹ کے تحت تین نئے بانڈز جاری کئے گئے۔ اس وقت میں ان کے معاشی پہلوؤں پر گفتگو نہیں کر رہا۔ میرے کہنے کا صرف یہ مدعا ہے کہ جو تین نئے بانڈز فنانسنگ کے لئے اختیار کئے گئے وہ تینوں کے تینوں interest bearing تھے انٹربنک کال منی کے سلسلے میں کئی مہینے تک جو پرافٹ ریٹ تھا وہ پہلے سے اخبار میں شائع ہوتا رہا این ڈی ایف سی اپنے ان تمام اشتہارات کے اندر متعین ریٹوں کا تصور پیش کرتی رہی جو جون سے پہلے آئے اور وہ بھی جو جون کے بعد آئے نیشلائزڈ بنکوں نے اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کی کہ ان کی فارن برانچیں جو انہی بنکوں کا حصہ ہیں اور جس سے نفع یا نقصان کی آمدنی انہیں بنکوں میں آتی ہے وہ کس بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ اگر وہ سود

ہی پر کام کر رہے ہیں تو پھر کس طرح اس فنڈ میں سود کی یہ رقم آنے کے بعد یہ فنڈ پاک رہ سکتا ہے۔

جناب والا! اس سب کے بعد پھر جو crowning event ہے وہ ۲۴/ اگست کا یہ سرکلر ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ اور جس میں صاف الفاظ میں سٹیٹ بنک نے یہ ہدایت جاری کی ہے۔

"It is advised that banks and BFIS can invest their previous deposits in Government securities in which they are permitted to invest as per the rules relating to such securities including treasury bills."

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹریژی بل کا مسئلہ سیکورٹی کا مسئلہ آج پہلی مرتبہ ہمارے سامنے نہیں آیا اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کی جو رپورٹ اب ہمارے پاس آئی ہے اس میں سب سے پہلے اس رپوٹ کی حد تک ۱۹۶۵ میں جب علاؤالدین صدیق صاحب اس کونسل کے چیئرمین تھے یہ سوال پوچھا گیا کہ کیا

'Whether interest on rupee loans floated in the market or loans obtained from foreign agencies, discount paid on treasury bills issued for short terms, interest on saving certificates, etc. etc, payment of prizes on prize bonds, etc. etc'. . . . .

The Council says that :

'after consideration, the Council is of the opinion that most of these transactions involve reward.'

اگر کہیں یہ شبہ تھا' یہاں most of these کہا گیا ہے ۲۳ دسمبر ۱۹۶۹ میں اس وقت کی آئیڈیالوجی کونسل نے جس نے علامہ علاؤالدین صدیقی کی صدارت میں کام کیا تھا' صاف الفاظ میں یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی مشاورتی کونسل اس امر پر متفق ہے کہ ربا اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود کی بیشی اور کمی سود کی حرمت پر اثرانداز نہیں ہوگی۔ افراد اور اداروں کے لین دین کی مندرجہ ذیل شکلوں کے بارے میں کامل غور و فکر کرنے کے بعد کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ موجود بنکاری نظام کے تحت افراد' اداروں اور حکومتوں کے درمیان کاروباری لین دین اور قرضہ جات میں اصل رقم پر جو بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے وہ داخل ربا ہے۔ خزانے کی طرف سے

تھوڑی مدت کے قرضے پر جو چھوٹ دی جاتی ہے وہ بھی داخل ربا ہے۔ سیونگز سرٹیفکیٹ پر جو سود دیا جاتا ہے وہ ربا میں شامل ہے۔ انعامی بانڈز پر جو انعام دیا جاتا ہے وہ ربا میں شامل ہے۔ پراونڈنٹ فنڈ اور پرسنل بیمہ زندگی وغیرہ میں جو سود دیا جاتا ہے وہ بھی ربا میں شامل ہے۔ صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیئے گئے قرضوں پر بڑھوتری ربا میں شامل ہے۔ جناب والا! اس کے بعد میں آپ کی توجہ اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کی اس رپورٹ پر مبذول کراؤں گا جو پینل آف اکانومسٹ کی رپورٹ پر مبنی ہے اور جو جون ۱۹۸۰ میں شائع ہوئی، اس میں صفحہ ۸۶ پر صاف الفاظ میں کہا گیا ہے۔

> 'That after the abolition of interest, the Federal Government may issue interest-free *ad-hoc* treasury bills. It is further added that after the abolition of interest, there would be no viable basis for issue of treasury bills on that in the market. Their issue would, therefore, have to cease and the Government should instead have recourse to short-term borrowing from the State Bank. The commercial banks may use their short-term funds presently invested in treasury bills in the Inter-Bank call money market on profit-loss-sharing basis. after the abolition of interest, the issue of the GTBRs would also have to cease and the specialized financial instruction would also have to hold their surplus funds in other forms such as NIT Units which are easily encashable.'

صدارت میں جس بنکر کمیٹی نے کام کیا اور اس کی رپورٹ انٹرسٹ فری آف بینکنگ ۱۹۸۰ ہی میں شائع ہوئی، اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو اس کے صفحہ ۲۰، ۲۱ اور ۲۲ کے اوپر اسی مسئلے سے تعارض کیا گیا ہے اور یہ بنکر خالص فنی اعتبار سے کہتے ہیں۔

> "Since it would not be feasible for the Government to pay any return on borrowing from the market which may conform to the Islamic Injunctions it would not be possible to issue any fresh market loan under the interest-free system. Therefore, under the new system, the Federal and provincial governments may not float any market loans, but should meet their requirements through

borrowing from the State Bank on interest-free basis subject to payment of service charges. At present, scheduled banks and certain other financial institutions hold Government securities to conform to minimum liquidity requirements on which they can earn interest. Any short-fall which may be met by increase in cash reserves help further, in the course of time, new securities, such as, part of special term certificates that would also become available for investment. Such certificates may be issued in the same manner as debentures by public sector organizations'. Then they say : 'These bills are issued at discount in treasury bills. The issuance of treasury bills will have to be discontinued under the interest-free system.'

جناب والا! ان تمام چیزوں کے باوجود اور دلیل سے کسی بات کو پیش کیے بغیر حکومت نے ایک اتنی بڑی تبدیلی اپنی پالیسی میں کی 'اتنا بڑا موڑ لیا جو ہماری آنکھیں کھول دینے والا ہے جو ہمیں چونکا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ میں کچھ پیش نہیں کر رہا ہوں۔ کیونکہ اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کی تمام رپورٹوں کے اندر اس بات کا ایک دفعہ نہیں بار بار اظہار کیا گیا ہے کہ کوئی گنجائش اس بات کی نہیں ہے کہ پبلک سیکٹر کے اندر گورنمنٹ سیکورٹیز کے اندر ٹرژری بلز کے اندر ان کی بنیاد کو بدلے بغیر پی ایل ایس فنڈز میں روپیہ لگایا جا سکتا ہے۔ جناب والا! اب تک میں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہمیں سود کے بغیر نظام چلانا ہے تو پرائیویٹ اور پبلک سیکٹرز دونوں میں سود کا خاتمہ ضروری ہے یہ بات شرعاً اور اکانومکس کی جو بھی معلومات ہمارے پاس ہیں اس کی بنیاد پر ثابت ہے کہ سود خواہ حکومت یا پرائیویٹ ادارے لے رہے ہوں یا افراد لے رہیں ہیں سود خواہ ذاتی مقاصد کے لئے ہو یا کوئی اور مقصد ہو' سود ہے' ربا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔ اگر ہم یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم سود کو ختم کر رہے ہیں تو اس کو تمام شکلوں میں ختم کرنا پڑے گا۔ اب جو فرق واضح ہوا ہے وہ کیا ہے فرق یہ ہے کہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم نے domestic accounts پر سود کو ختم کر دیا ہے۔ بینک اشتہار چھاپ رہے ہیں کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب جو پیسہ آپ بینک کو دے رہے ہیں وہ سود کی لعنت سے پاک ہے۔ اور سٹیٹ بینک اپنی رپورٹ میں جو پچھلے مہینہ آئی ہے اس میں دعویٰ کر رہا ہے کہ:

"The process of Islamisation of banking initiated by the Government in 1979-80 gradually according to phased programme, reached the culmination, during 1984-85. In terms of the schedule allowed by the Finance Minister in his budget speech, 1984-85, interest was eliminated from the domestic lending operation of the entire banking system and all fixed deposits are now being accepted by banks only on profit and loss sharing basis or as current accounts".

اور جناب والا! یہ دعویٰ کرنے کے بعد آپ پوری دنیا کے سامنے شہادت دے رہے ہیں کہ ہمارا یہ نظام اس حد تک سود سے پاک ہے۔ آپ اس میں ملک میں عام مسلمانوں کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ یہ نظام سود سے پاک ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پی ایل ایس اکاؤنٹ کا ایک حصہ جائز چیزوں پہ صرف ہو رہا ہے اس کا ایک حصہ ان مقاصد میں استعمال کیا جا رہا ہے جو صریح طور پر سود کے اوپر مبنی ہیں، جس کے بارے میں دو آراء نہیں ہو سکتیں۔

جناب والا! ایک طرف آپ نے آب زمزم رکھا ہے اور اس میں پھر شراب بھی انڈیل دی ہے۔ پھر آپ قوم کو یہ کہہ رہے ہیں کہ اسے پیئو یہ آب زمزم ہے یہ آب زمزم نہیں ہے یہ شراب سے polluted پانی ہے جو اسی طرح حرام ہے جو اس سے پہلے سود سے ملنے والی رقم تھی۔ جو عظیم کام آپ نے کیا اور جس رخ پر آپ بڑھے ان تمام چیزوں نے اس پورے Process کو reverse کر دیا ہے۔

جناب والا! میں ان لوگوں میں ہوں جو اس بات کی کوشش بھی کرتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں کہ اگر ہم چوبیس گھنٹے میں سود کو ختم کر سکیں تو ختم کر دیں۔ لیکن آن ریکارڈ یہ ہے کہ پچھلے ۲۰ سال سے سود کی elimination کے لئے ملک میں اور باہر بیشمار کام کئے ہیں۔ لیکن ہم systematically ایک انداز میں اس کام کو انجام نہیں دے سکے لیکن یہ اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ دھوکہ ہے ایک طرف ہم یہ کہیں کہ اسے سود سے پاک کر دیا ہے اور دوسری طرف اسی تالاب میں ہم سود سے آنے والا روپیہ اور چیزیں ڈالیں۔ اگر ہم یہ کہتے کہ مزید ایک سال چاہئے چھ مہینے چاہئے تو یہ قابل قبول تھا لیکن یہ دعویٰ کہ ہم نے اس کو سود سے پاک کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ back door سے اسی تالاب میں آپ سود کو لا کر ڈالیں اسی نے دراصل پورے نظام کو مشتبہ کر دیا ہے۔

جناب والا! اس کے تین بنیادی نتائج ہمارے سامنے آ گئے ہیں پہلا یہ کہ جو تاریخی عمل شروع ہوا کہ پاکستان وہ واحد ملک تھا جس نے سود سے پاک مالیاتی نظام قائم کرنے کا عمل شروع کیا تھا وہ reverse process ہو گیا ہے۔ دوسری چیز جناب والا! حکومت اعتماد پر چلتی ہے credibility نہ ہو تو وہ حکومت حکمرانی کے لائق نہیں ہوتی خامیاں غلطیاں ہو سکتی ہیں ہم سب انسان ہیں لیکن ایک ایسا دعویٰ کرنا جو حقیقت سے مطابقت نہ رکھے اور پھر اس کے اوپر اصرار کئے جانا یہ دراصل حکومت پر اعتماد ختم کر دیتا ہے اور تیسری بات یہ عرض ہے کہ یہ مسئلہ کسی سیکولر حکومت کی credibility کا نہیں یہ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے یہ ہماری آخرت ہے۔ وہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جنہوں نے برس ہا برس سے بینکوں میں پیسہ نہیں رکھا تھا جنہوں نے کبھی سود کا ایک پیسہ نہیں لیا حکومت کی اس شہادت کے اوپر کہ اب یہ اکاؤنٹ سود سے پاک ہے انہوں نے اپنا پیسہ آپ کو دیا لیکن آپ اس کے جواب میں انہیں سود سے ملوث شدہ پیسہ دے رہے ہیں۔ آپ ان کے ایمان کو آزمائش میں ڈال رہے ہیں اور آخرت کو خراب کر رہے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ سود کتنی قبیح چیز ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ یہ اس سے زیادہ قبیح حرکت ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا کہ وہ جو سود لیتے ہیں اور وہ جو باقی شدہ سود معاف نہیں کرتے وہ قبروں سے اس طرح اٹھائے جائیں گے گویا کہ شیطان نے ان کو مسخ کر دیا ہے قرآن نے یہ بھی کہا ہے کہ جو سود کی رقم کو معاف نہیں کریں گے اور اصل سے زیادہ لینے پر اصرار کریں گے تو پھر اللہ اور رسولؐ کی طرف سے ان کے لئے اعلان جنگ ہے۔ خدارا ایک طرف ہم اسلام کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مخلص ہیں اور اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف ہم مسلسل اللہ اور اس کے رسولؐ سے برسر جنگ ہیں۔ کیا وہ وقت نہیں آ گیا۔ کم از کم اللہ تعالیٰ سے جنگ بندی تو کر لیں۔

میں نے پوری دردمندی، خلوص اور پوری ہمدردی کے ساتھ حکومت اور عمال حکومت کے سامنے تین باتیں رکھی ہیں جناب والا! پورے کے پورے تجربے کو frustrate کر دینا اور reverse کر دینا، حکومت پر اعتماد ختم کر دینا اور پھر لوگوں کے ایمان اور آخرت سے کھیلنا اور ان کو حلال کے نام پر حرام دینا، یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ حکومت ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر اپنی پالیسی

کو بدلے اور فی الحقیقت سود کو ختم کرے اور جو تجربہ شروع ہوا ہے اس کو حتمی نتائج تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس میں جو وقت بھی لگے اس میں جو قربانی بھی ہو یہ ہمیں کرنی چاہیئے۔ جناب والا! اسلام کوئی آسان چیز نہیں اوپر چڑھنا کبھی آسان نہیں ہوتا پیچھے کی طرف لوٹنا آسان ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے طے کیا ہے کہ اسلام پر جینا اور اسی پر مرنا ہے۔ تو پھر اس کے لئے قربانی دیجئے اس کے لئے محنت کیجئے سمجھوتوں کا راستہ اختیار نہ کیجئے' پھر جو بھی اس کے لئے قیمت ادا کرنی پڑے ہم ادا کریں گے اسی میں برکت' اور خیر ہو گی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ رولز کے مطابق اس تحریک میں ممبران صاحبان دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں بول سکتے' ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ ۳۰ منٹ تک بولے۔ آخر میں وزیر خزانہ نے بحث کو سمیٹنا ہے وہ بھی ۳۰ منٹ بولیں گے۔ لیکن باقی ممبران صاحبان دس یا پندرہ منٹ سے اگر تجاوز نہ کریں تو بہتر رہے گا۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! مختصراً تو میری معروضات شاید پروفیسر خورشید صاحب کی ایڈجرنمنٹ موشن کے دائرہ کار میں نہ آئیں لیکن صبح جب ایجنڈا سرکولیٹ ہوا تو اس میں عنوان یہ تھا کہ

"Islamisation policy of the financial institutions in the country"

اس سے related اور سودی کاروبار کے ضمن میں حکومت جس طرح ملوث ہے اس کے اظہار و بیان کے لئے میرے ذہن میں جو ایک خاص پہلو آ رہا تھا میں آپ کی اجازت سے اس ایوان میں اسے پیش کروں گا' اور اپنے محنتی اور تجربہ کار و درد مند مسلمان وزیر خزانہ سے یہ توقع رکھوں گا کہ وہ اس مسئلے پر غور کر کے اس کی قباحتوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین: یہ مسئلہ جو میں اٹھا رہا ہوں اور جو سودی کاروبار سے متعلق ہے اس کا تعلق ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے ہے۔ اور میں نے پچھلے دنوں یہ خبر پڑھی ہے کہ بہت سے سرکاری بینک بھی عنقریب ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن کی تقلید میں اس طرح کی سرمایہ کاری کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ اس شکل کا نام جسے حکومت نے جائز قرار دیا ہے hire purchase ہے۔ گویا نام بدل دینے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ معانی اور مقاصد بھی بدل جائیں گے' جو صحیح نہیں ہے۔ اس کی صورت جناب والا! یہ ہے کہ ایک شخص رہائش کے

لئے ایک مکان خریدنا چاہتا ہے جس کی قیمت مثلاً ایک لاکھ روپے ہے۔ لیکن اس کی مالی حیثیت ایسی نہیں ہے کہ وہ یکمشت رقم ادا کر سکے، تو دوسرا شخص اس کو ایک لاکھ روپے میں مکان خرید دیتا ہے اور اس سے یہ طے کرتا ہے کہ وہ پچاس قسطوں میں دو ہزار روپے ماہوار وصول کرتا رہے گا اور اس کے ساتھ پانچ سو روپے ماہوار کرائے کے طور پر بھی اس سے وصول کرتا رہے گا۔ اس طرح جب وہ ایک لاکھ روپے دیتا ہے تو پچّیس ہزار روپے اس کو زائد بھی ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ وہ صورت ہے جس پر ہماری ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کاربند ہے۔ اور جس کے بارے میں بڑے دعوے کئے گئے ہیں کہ وہ سودی نظام جو اس سے پہلے ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن کی لین دین میں کارفرما تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، لیکن اب میں جو گزارش کروں گا آپ اس کی روشنی میں ملاحظہ کریں گے کہ یہ کس طرح خلاف حقیقت دعویٰ ہے اور کس طرح سود سے بھی برا انداز اختیار کر کے لوگوں کو محض دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جناب چیئرمین! ربا اور سود میں تو پھر مقروض کے پاس جو مال قرض ہوتا ہے وہ اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ اگر اس نے کسی سے سود پر کوئی رقم لی ہے تو وہ اس کی ہے وہ جس طرح چاہئے اس میں تصرف کر سکتا ہے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے صرف اس کو سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں قرض کی رقم سے جو مکان خریدا جاتا ہے وہ مقروض کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ قرض دینے والے کے نام پر اس کی رجسٹری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقروض اس کا کرایہ دیتا ہے اسی طرح ربا میں سود کا تعین مدت اور مال کی مقدار کے حساب سے ہوتا ہے لیکن یہ عجیب ستم ہے کہ اس میں وہ ایک لاکھ روپے پر بھی پانچ سو روپے ماہوار قسط کرائے کے طور پر دیتا ہے اور جب اس کے ذمہ دو ہزار روپیہ قرضہ رہ جاتا ہے تب بھی وہ پانچ سو روپیہ ماہوار قسط ادا کرنے کا پابند ہے۔ گویا سود اور ربا کی واضح شکل میں اس کی جو حق تلفی ہو رہی تھی اس سے کہیں زیادہ ستم اس صورت میں توڑا جا رہا ہے کہ جسے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن حلال اور طیب بنائے ہوئے ہے۔ جناب والا! ہائر پرچیز کا یہ معاملہ شرعاً نہ قرض ہے نہ بیع و شرع۔ اگر یہ قرض ہوتا تو پھر مکان مقروض کے نام رجسٹرڈ ہوتا۔ پھر یہ قرض دینے والے کے نام رجسٹرڈ نہ ہوتا۔ وہ اس صورت میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے نام رجسٹرڈ ہوتا ہے اور وہ باقاعدہ قرض لینے والے سے اس کا کرایہ لیتی ہے۔

<u>جناب چیئرمین</u>: علماء حضرات یہاں تشریف فرما ہیں۔ فقہ کا ایک مشہور اصول ہے کہ "الصبرۃ فیا العقود اللمقاصد" کہ اعتبار معاملات میں مقاصد کا ہوتا ہے عبارات کا اور ناموں

کا اور شکلوں کا نہیں۔ مثال کے طور پر اگر دو عبارتیں الگ الگ ہوں، دو نام الگ الگ ہوں، دو معاملات الگ الگ ہوں لیکن اس کی روح، مفہوم اور مقصود ایک ہو تو ان دونوں کا حکم ایک ہو گا۔ محض عبارتوں کے الگ الگ ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا حکم الگ الگ قرار دیا جائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب لوگ ربا کو، سود کو بیع کہہ کر جائز قرار دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ زمانہ شاید یہ حکومت اس ملک میں لے آئی ہے اور سرکار کی حدیث کا مصداق شاید یہ حکومت بن گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ وقت آئے گا لوگوں پر جب وہ سود کو بیع کا نام دے کر جائز قرار دینے کی کوشش کریں گے۔ جناب چیئرمین! مجھے افسوس ہے کہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن اس پالیسی پر کار فرما ہو کر سود کو ایک دوسرے نام سے حلال اور طیب قرار دینے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ لوگوں کو دھوکہ دے رہی ہے لوگ پہلے سے کہیں زیادہ مشکلات میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ پہلا سسٹم ہی رائج کر دیا جاتا۔ لوگوں کو پتہ تھا کہ ہم سود دے رہے ہیں اور اب کہا یہ جارہا ہے کہ سود اس میں سے ختم کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ سود سے بھی بدتر شکل ہے، جو اس نظام کے اندر داخل کر دی گئی ہے۔ اس لئے میں اپنے دوست آل راؤنڈر وزیر خزانہ سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ اہل علم کی ایک مجلس، مشاورت بلا کر اس مسئلہ کو زیر بحث لائیں اور اس کے اندر جو سودی قباحتیں ہیں ان کا خاتمہ کر کے وہ اس ملک کے غریب عوام کی دعائیں لیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جناب قاضی حسین احمد صاحب!

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! جو تحریک التواء اس وقت زیر غور ہے اس کا انتہائی تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس میں حکومت نے جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک اکاؤنٹ جو کہ پی ایل ایس کے نام سے کھول دیا گیا ہے اور جس کے بارے میں لوگوں کو یہ یقین دھانی کرائی گئی ہے کہ یہاں انویسٹ. کر کے یہاں جمع کر کے آپ سود میں ملوث نہیں ہوں گے اس اکاؤنٹ کی جو جمع شدہ رقم ہے اس کو اس طرف لگانا جس میں بالکل کھلا ہوا سود ہے یہ عوام کو فریب دینا اور عوام کے ساتھ دھوکہ کرنا ہے۔ ان عوام کے ساتھ جنھوں نے صدیوں تک نقصان برداشت کر کے بھی سود لینا برداشت نہیں کیا اور اس کو مناسب نہیں سمجھا اور اس کو حرام سمجھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح کا اعلان جنگ کر دیں جس کی وعید قرآن کریم

میں آئی ہے کہ جو الگ سود نہیں چھوڑتے اور اسے لینے پر اصرار کرتے ہیں۔ اللہ اور رسول (صلعم) کا ان کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ سود کا نظام اس قدر سرکشی کا نظام ہے یہ استحصال کا نظام ہے، اور مسلسل انتالیس سال تک اسلام کا نام جپنے کے باوجود ہم نے اس نظام کو برقرار رکھا ہے جس کے نتیجے میں یہاں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو گیا اور اس وقت ہم ایک بدترین سرمایہ دارانہ نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اور نام اسلام کا لے رہے ہیں اس کی وجہ سے جناب والا! غریب آدمی اور عام آدمی اس بات پر مجبور ہوا کہ شاید اسلام کا نظام تو یہی ہے جہاں ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور ہمارے جو دکھوں کا مداوا ہے وہ کسی سوشلزم میں ہو سکتا ہے یا کسی درآمد شدہ نظام میں ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس مسلسل منافقانہ طرز عمل کے ذریعے سے اور سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار بن کر اور ان ممالک کے ساتھ نتھی ہو کر جو capitalist ممالک ہیں ان کا نظام اپنا کر ان کے مشیروں کی تمام نصیحتوں پر چل کر ہم نے اس ملک میں ایک ایسا نظام نافذ کیا جس میں غریب اس نظام سے مایوس ہوا اور بدقسمتی سے اس نظام کے اوپر لیبل اسلام کا لگایا جاتا رہا۔ حالانکہ ہمارے پاس وہ نظام ہے کہ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے بہت صحیح فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ۔

"چست قرآن، خواجہ را پیغام مرگ
دستگیری بندہ بے ساز و برگ"

تو قرآن کریم کیا ہے سرمایہ دار کے لئے یہ موت کا پیغام ہے اور بندہ بے ساز بندہ بے نواز کو اوپر اٹھانے والا نظام ہے یہ اسی لئے کہا گیا اسی قرآن کریم میں یہ وعید ہے کہ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیجئے جس دن وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور اس جمع شدہ سونے چاندی سے ان کی پیشانیاں پیٹھیں اور ان کے پہلو داغے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا یہ ہے وہ چیز ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھی تھی پھر اپنے جمع شدہ خزانے کا مزہ چکھو اسی قرآن کریم میں کہا گیا۔ تباہی ہے ہر عیب جو کے لئے جو مال جمع کر کے رکھتا ہے اور گنتی میں ہی خوش ہوتا ہے کہ یہ مال مجھے ہمیشہ کی زندگی عطا کرے گا حالانکہ یہ مال اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اسی لئے علامہ اقبال نے قرآن کے بارے میں صحیح فرمایا کہ یہ سرمایہ دار کے لئے موت کا پیغام ہے اور اسی لئے قرآن کریم

کی ایک آیت کو بہت خوب صورتی کے ساتھ انہوں نے اپنے ایک شعر میں جوڑ کر یہ پیغام دیا کہ۔

ہیچ خیراز مردک زر کش مجو

لن تنالوالبر حتیٰ تنفقو

مردک کہا اس آدمی کو، چھوٹا آدمی، معمولی حیثیت کا آدمی، چھوٹے ذہن کا آدمی، جو مال کھینچنے کی فکر میں رہتا ہے جو مفاد حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور جناب والا! یہ ہمارا سارا نظام اسی ذہنیت کی بنیاد پر بنا ہے۔ اسی ذہنیت کی بنیاد پر یہاں ماہرین اقتصادیات پیدا ہوتے ہیں یہی تربیت لے کر وہ یہاں ایکسپرٹ اور ماہرین بنتے ہیں۔ یہ جناب والا! ایک اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی ماہرین معاشیات کے ذریعے سے اپنی رپورٹ کے اندر یہ بات کھل کر کہہ دی کہ دوسرا نظام ممکن ہے اور دوسرا نظام قابل عمل ہے اس کے باوجود اس نظام کو اپنانے کے لئے خوشدلی کے ساتھ کوئی کوشش نہیں کی گئی اور بہانے یہی بنائے جاتے ہیں کہ کسی طریقے سے ربا اور سود کو تجارت اور عام کاروبار میں اسطرح کی حیثیت دیجائے، جسکے بارے میں قرآن نے خود کہا ہے کہ

یہ کہتے ہیں کہ بیع اور ربا تو ایک ہی چیز ہے حالانکہ ایک کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور دوسری کو حرام قرار دیا ہے۔ اس میں حلال اور حرام کی تمیز ہے۔ ہماری زمام کار جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے ہمارے جو حکمران ہیں وہ حکمران اس درجہ بے حس ہو چکے ہیں کہ انہوں نے حلال اور حرام کی تمیز ہی کو ختم کر دیا ہے۔ ان کی یہ حس ختم ہو چکی ہے حلال اور حرام بھی کوئی چیز ہے۔ اور وہ حرام کو حلال کا لیبل لگا کر لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں یہ اس سے بہت بڑا جرم ہے جو کہ انگریز کرتے تھے کہ حرام حرام تھا جو پیپلز پارٹی کے اندر ہوتا رہا کہ وہ اسلامائزیشن کا دعویٰ تو نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس حکومت نے اور اس کے بعد جو نیا دور آیا ہے اس میں بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں یہ بات آگئی ہے یہ کام آگیا ہے کہ لیبل وہ اسلام کا لگاتے ہیں حالانکہ وہ لوگوں کو وہی سود کھلاتے ہیں اسلام کے نام پر، حرام کھلاتے ہیں اسلام کے نام پر۔ میری یہ درخواست اور گذارش ہے کہ اسلام نے جو معاشی نظام دیا ہے اسلام نے غریب کو اٹھانے کے لئے جو طریقے سکھائے ہیں۔ زکوٰۃ اور عشر کا نظام جس کو ٹھیک طریقے سے نافذ نہیں کیا گیا اور اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی گئی۔ سود کے خاتمے کا نظام جس کو اصطلاحات بدل بدل کر

اس طریقے سے برقرار رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کے ساتھ یہ کھیل ختم کر دیا جائے اور اس کو ٹھیک طریقے سے نافذ کر دیا جائے یا اس کا انکار کر دیا جائے۔ تاکہ لوگوں پر بات کھل جائے اور اسلام کے اوپر یہ بدنامی نہ آئے اور ہمارا راستہ کھل جائے پھر ہم لوگوں کے سامنے چلے جائیں کہ یہ حکومت تم سے بغاوت پر آمادہ ہے اور یہ بالکل باغی لوگ ہیں۔ اور ان پر وہی بات صادق آتی ہے اور وہ بات کہتے ہیں جو کہ کرتے نہیں ہیں۔

جناب والا! اس قسم کے اہم معاملات پر بحث کرتے ہوئے مجھے یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انتہائی بے حسی سے لوگ اتنی اہم بات کو لیتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی اس معاملے میں ساری کی ساری سفارشات موجود ہیں۔ لیکن وزراء بھی نہیں آتے اپنی پارٹی کے لوگوں کو بھی نہیں لاتے یہاں، اور متعلقہ وزیر صاحبان بھی ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ اہم معاملات پر بحث کرتے وقت وہ آپس میں بات چیت میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی اہم معاملات ہیں یہ لوگوں کے احساسات ہیں اور لوگوں کے احساسات کی ہم ترجمانی کر رہے ہیں اگر اس میں مناسب تبدیلیاں نہیں لائی جائیں گی تو ایک طوفان اٹھے گا جس کے سامنے یہ حکومت تو کیا یہ تو بہت معمولی حکومت ہے اس کے سامنے کوئی چیز بھی نہیں ٹھہر سکے گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین! اس بحث سے مجھے ذاتی طور پر بہت دلچسپی ہے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میری ایک اور engagement ہے اور مجھے اس کے لئے جانا ہو گا۔ تو میں جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب سے، جو کہ ہال میں موجود ہیں، ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اجلاس کی صدارت کریں۔ خصوصاً چونکہ آپ (وزیر خزانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بحث کو سمیٹیں گے میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ مجھے بہت انتظار تھا اسی بات کا کہ اس بحث کا کیا نتیجہ نکلتا ہے لیکن تحریک التواء پر تو خیر بحث ہو جائے گی۔ لیکن یہی ہے کہ ایک اور مصروفیت ہے میں نے آج صبح تک کوشش کی کہ اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے لیکن وہ نہیں ہو رہا تھا۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی چیئرمین نے کرسی صدارت سنبھالی)

<u>جناب ڈپٹی چیئرمین</u>: قاضی عبداللطیف!

<u>جناب شاد محمد خان</u>: پوائنٹ آف آرڈر جناب، کورم مکمل نہیں ہے۔

قاضی عبداللطیف : اگر مناسب سمجھیں تو پرسوں کے لئے ملتوی کر دیں۔

(گھنٹی بجائی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین : کورم پورا ہو گیا ہے۔ قاضی لطیف صاحب!

قاضی عبداللطیف : نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ' جناب والا! یہ بحث انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ اس کا تعلق صرف معاشرے سے نہیں ' لوگوں سے نہیں ' بلکہ اس چیز کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ہاتھ میں لیا ہے۔ اس سلسلے کے اندر جو آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں ' میں ان کا اعادہ تو نہیں کروں گا ' اتنی گزارش کروں گا کہ اس کا قلع قمع کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اتنے تک فرمایا کہ اس کے اندر لکھنے والا اور شہادت دینے والا وہ بھی اسی طریقے سے گناہگار ہے جس طریقے سے سود لینے والا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیے کہ ان معاملات کے اندر اسلام نے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کتنی تاکید فرمائی ہے اس لئے کہ یہ نظام غربا اور عوام کے استحصال کا ذریعہ تھا اور جس طریقے سے پرسوں میں نے گزارش کی تھی ' یہاں اس کے ساتھ وہی تعریف کا معاملہ کیا جا رہا ہے کہ جو بنی اسرائیل یوم سبت سے شکار کے دن کے لئے کیا کرتے تھے۔ سنیچر کے دن ان کے لئے شکار ممنوع قرار دیا گیا تھا ' وہ امتحاناً تھا ' لیکن اس دن ساری مچھلیاں باہر آ جاتی تھیں تو انہوں نے اس کے لئے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ چھوٹے چھوٹے تالاب بنا کر اسی کے اندر تمام مچھلیوں کو بند کر دیتے تھے اور سارا ہفتہ وہاں سے پھر شکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کی۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلوں کو مسخ کر دیا تھا

کونوا قردۃ خاسئین

تو ان سے بندر وغیرہ بنا دیئے گئے تھے نعوذ باللہ ' تحریف کی سزا یہ ہوتی ہے جس طریقے سے ان حضرات نے یہ تفصیلات بیان کی ہیں کہ اب منافع کو سود اور سود کو منافع کا نام دیا جاتا ہے اور اسی طریقے سے لوگوں سے ہضم کرایا جاتا ہے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی اس لئے کہ یہ کھیل کیوں کھیلا جا رہا ہے۔ ہم نے آج شاید دنیا کے انقلاب سے سبق نہیں لیا۔ اگر یہی کھیل کھیلا جاتا رہا تو اس کا مطلب یہ ہو گا ' گویا کہ ہم اسلام ہی کو بدنام کر رہے ہیں اور اسلام ہی کے نام سے استحصال کر رہے ہیں اور غریب کی ناکہ بندی کر رہے ہیں۔ تو اس نظام کا ختم کرنا سب سے

اولین فریضہ ہے اور اسی سے آج دنیا کے اندر انقلابات آتے ہیں ہمارے محترم بھائی قاضی حسین احمد صاحب نے قرآن کریم کی ایک آیت کا حوالہ دیا تھا۔

انما البیع مثل الربا و احل اللہ البیع و حرم الربوا

اس کا ایک معانی تو ظاہر ہے کھلا ہوا ہے۔ اور تمام اسے جانتے ہیں اور اس کے اندر ایک اشارہ اور بھی کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اجتہاد کے لئے کوئی بنیاد ہوتی ہے اجتہاد بغیر دلیل کے نہیں ہو سکتا' بغیر اصول کے نہیں ہو سکتا' ان لوگوں نے یہ اجتہاد کیا تھا۔

انما البیع مثل الربا و احل اللہ البیع و حرم الربوا

ربا اور بیع ایک جیسے ہی تو ہیں اس لئے کہ دونوں کے اندر منافع ہی تو حاصل کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی کو مردود کر دیا کہ جو اجتہاد تم کر رہے ہو' دلائل کے بغیر اور اصول کے بغیر اجتہاد کر رہے ہو۔ اس اجتہاد کی اللہ تعالیٰ نے تردید کی کہ آپ کا یہ اجتہاد اس نوعیت کا اجتہاد ہے جو اصولوں کی بنیاد پر نہ ہو' دلائل کی بنیاد پر نہ ہو' کسی علت کی بنیاد پر نہ ہو' تو وہ اجتہاد ممنوع اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کر دی۔ اس کے اندر بہت بڑا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے بیع کو تو حلال کیا ہے لیکن ربا کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اور آپ دونوں کو ایک دوسرے کا قیاس اور مقیس علیہ بنا رہے ہیں۔ یہ قیاس اور اجتہاد غلط اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردود ہے۔ رہی یہ بات کہ یہاں سود کا کاروبار ہے تو اس سلسلے میں ہمارے محترم پروفیسر صاحب نے کافی مثالیں دی ہیں۔ اگرچہ میں اس وقت زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا اور میں تیاری کر کے بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن اتنی گذارش کروں گا کہ دو تین چیزیں وہ ہیں جس کے متعلق شروع سے ہی ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کو جن میں سود بھی ہے ختم کرنا ہے اور ۱۹۵۶ کے دستور میں بھی ہم نے یہی کہا تھا' ۶۲ کے دستور میں بھی ہم نے یہی کہا تھا' اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی اور اس کو ختم کیا جائے گا اور ۱۹۷۳ کے دستور کے اندر بھی ہم نے یہی کہا تھا لیکن آج تک عملی طور پر ہم نے اس کے متعلق کوئی اقدام نہیں کیا' اس کے بعد بھی جو بعض سکیمیں بنائی گئی ہیں اگرچہ اس کے اندر نام یہ دیا گیا ہے کہ اس میں سود نہیں ہے۔ حقیقت میں ان کے اندر بھی سود آ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے مشورہ نہیں لیتے جو اس فن کے ماہر ہیں۔ جو جس فن کا ماہر ہوتا ہے اسی سے ہی مشورہ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے متعلق وہ صحیح رائے بتا سکے۔ مثال کے طور پر انعامی بانڈز کے متعلق اعلان کیا گیا تھا کہ یہ انعامات دئے جا رہے ہیں۔ اس کا طریقہ

کار یہ ہے اس نے جو رقم جمع کرائی ہے اس کو سودی کاروبار میں خرچ کیا جاتا ہے اس سے جو منافع ملتا ہے وہ ایک ایک کو تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ ۵ '۶' ۸ '۱۰ کو ملا کر کے اور ان کے ذریعے سے جو سود ان کو حاصل ہوا تھا ان پر قرعہ اندازی کر کے ایک دو کو دے دیا جاتا ہے۔ تو اس میں سود بھی ہوا اور جواء بھی ہوا۔ پہلے تو اس کے اندر صرف سود کی بات تھی اب یہ ہماری نالائقی یا لاعلمی کی وجہ سے سود اور جواء دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اسی طریقے سے ہم نے اعلان کیا تھا کہ مزدوروں کو منافع میں سے حصہ دیا جائے گا۔ جو منافع ان مزدوروں کو صنعتوں اور کارخانوں کے اندر دیا جاتا ہے انہی کو جمع کر کے اور ان کو سود کی حد کے اندر انہی کھاتوں میں خرچ کیا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے سے سود وصول کر کے ان کو اکٹھا کر کے ان کو دے دیا جاتا ہے اور ان میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ' کہ جو منافع وہ حلال کا جائز تھا جو ان کے لئے یہ مقرر کیا گیا اب اسی کو ہم نے دوبارہ حرام بنانے کے لئے سودی کھاتے میں ڈال دیا ہے۔

اسی طریقے سے ایک اور سکیم گروپ انشورنس کی بنائی گئی تھی۔ یہ ایک نیک جذبے کے تحت بنائی گئی تھی کہ جو لوگ ملازمت کے دوران ہی فوت ہو جاتے ہیں ان کے پسماندگان کو اس میں سے کچھ دیا جائے گا لیکن مختلف موقعوں کے اندر مختلف قواعد بنائے گئے ہیں جو بعض ان میں سے سودی کاروبار میں آ جاتے ہیں۔

تو میری گزارش یہ ہے کہ ان چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی وعید کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا نتیجہ ہم لے رہے ہیں آج ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ۳۸ ارب روپے کے قرضدار ہیں یہ اسی وجہ سے اور اسی لعنت کی وجہ سے ہے کہ ہم نے وہ مالیاتی نظام نہیں اپنایا جو ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتایا تھا۔

آپ کو یاد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر جو خطبہ فرمایا تھا کہ سود آج میں نے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دیا ہے اور پھر فرمایا کہ اس کے متعلق پہلا شخص میں ہوں کہ میں اپنا سود چھوڑتا ہوں میرے باپ دادا نے جو سودی کاروبار کیا تھا اور سودی منافع کمایا تھا میں نے آج سے اس کو چھوڑ دیا ہے اور میں تمام سے کہتا ہوں کہ سودی کاروبار کو چھوڑ دیں اور عملی طور پر اس کا اقدام کیا تھا میں نہیں سمجھتا کہ

بتوں کو تجھ سے امیدیں خدا سے ناامیدی

خدا تو کہتا ہے کہ آپ سودی کاروبار چھوڑ دیں گے تو اس کے چلانے کا میں ذمہ دار ہوں اور میں ہی اس کا بندوبست کروں گا۔ آپ اندازہ لگائیے کہ عرب ممالک جو لق و دق صحرا تھے اس کے اندر یہ دولت کے انبار کہاں سے آ گئے۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے بنیاد اسی کو بنایا اور اللہ تعالیٰ کا قانون جاری کر دیا تو دولت کے انبار اتنے وہاں لگ گئے کہ آج یورپ کے بینک بھی ان کے محتاج ہیں بلکہ انہی کی دولت پر چل رہے ہیں آج بھی دنیا کے ایک خطہ کے اندر سودی کاروبار نہیں ہے لیکن مسلمان ہے جو اس سے ڈرتا ہے اور کہتا ہے کہ سودی کاروبار چھوڑ دیا تو خدا بھی چھوڑ دے گا۔ اللہ نے اسی کو گلے کے طور پر کہا تھا کہ 'مالکم لاترجون للہ وقارا' تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس سے عزت کی توقع نہیں کرتے اور صرف عقل کی بنیاد پر اپنی زندگی کے معاملات طے کرنے کی کوشش کرتے ہو جب کہ آج تک انسان نے صرف اپنے عقل سے اسے طے نہیں کیا۔ علامہ اقبال نے اسی کے متعلق فرمایا تھا کہ

بہتر ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اس کا مقصد یہی ہے کہ اسے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کی ہدایت کے حوالے کر دو خدا کی ہدایات کے حوالے کر دو اگر آپ اس کو انہی کے حوالے کر دیں گے یقین کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد و حمایت ہمارے ساتھ ہوگی۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں پروفیسر صاحب کی تحریک التوا کی پوری حمایت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ جلد تر اس نظام کو ختم کر دیں گے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

جناب شاد محمد خان: جناب چیئرمین! میں اس تحریک التواء کی تردید کے لئے اس لئے نہیں اٹھا' نہ اٹھنے کے قابل ہوں اور نہ اٹھنا چاہئے مجھے' لیکن جن ارشادات کی طرف واضح نشاندہی کی گئی ہے۔ اگر واقعی طور پر ایسے اقدامات وزارت خزانہ نے یا نظریاتی کونسل نے کئے ہیں تو یہ قوم کے لئے سخت حوصلہ شکنی کے مترادف ہیں۔ لہٰذا حکومت کو بہت وثوق سے یہ اعلان کرنا چاہئے کہ اسلام کی طرف ہم گامزن ہو گئے ہیں اس میں رخنہ ڈالنا قوم کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی۔

بہرکیف ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن سے متعلق واضح دلیل جو مولانا کوثر نیازی نے دی ہے کہیں حکومت اس اقدام پہ نہ اتر آئے کہ اس نظام کو یکسر ختم کر دے کیونکہ متبادل تجویز کوئی پیش

نہیں کی گئی ہے کہ اگر یہ کارپوریشن کا نظام بدل دیا جائے تو اس کے متبادل کیا ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ لوگوں سے وہ مراعات بھی واپس لے لی جائیں میں سمجھتا ہوں کہ جب حکومت سرمایہ کاری کرتی ہے رقم دیتی ہے تو اس کے بالمقابل کوئی چیز بطور ثبوت گروی رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ایسے اقدامات نہ کئے جائیں تاکہ لوگوں کے لئے اسی کام میں جو پیش رفت ہوئی ہے اس میں رکاوٹ ثابت ہوں۔

حضور والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ ان مقررین میں سے مولانا کوثر نیازی صاحب، قاضی حسین احمد صاحب، پروفیسر خورشید صاحب، ہمارے ساتھ نویں ترمیمی بل میں شریک کار ہیں جو کہ آج کل زیر بحث ہے۔ اگر اس تحریک التوا پر زور نہ دیا جائے اور اس کا انتظار کیا جائے تو بہتر ہو گا۔ جب کلی نظام اسلام نافذ کیا جائے گا تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی۔ اس طرح مولانا قاضی عبداللطیف صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک بل پیش کیا ہے جس میں واضح یہ چیز مانگی گئی ہے اور وہ بل ایڈمٹ ہو گیا ہے.........

میر نبی بخش زہری: پوائنٹ آف آرڈر اس ہاؤس نے فیصلہ کیا ہے کہ لفظ 'زور' کی بجائے 'اصرار' استعمال کیا جائے گا 'زور' کا معاملہ اور جگہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر کو یاد دہانی کراتا ہوں کہ وہ 'زور' کی بجائے 'اصرار' کا لفظ استعمال کریں۔

جناب شاد محمد خان: جناب والا! میں استدعا کروں گا کہ وہ بل بھی جواب مشتہر ہونے کے لئے سرکولیٹ ہو گیا ہے۔ اس کا بھی انتظار کریں تاکہ وہ بل ہم پاس کریں تو نواں ترمیمی بل بھی آ جائے گا تو اس کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔ لہٰذا میں استدعا کروں گا کہ اس کا انتظار کیا جائے تو بہتر ہو گا۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: جناب چیئرمین! ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو مسلمان کہلانا ہے تو پھر اسلام پر پورا پورا عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے سود کے متعلق قرآن کے واضح احکامات اور رسول اللہ صلعم کے احکام واضح ہیں اس کے ساتھ نہ کوئی بہانہ اور نہ کوئی پیوند لگ سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اسلام معاشرے کو حریت کا مقام دیتا ہے اور ہر exploitation سے محفوظ رکھتا ہے۔ چاہے سیاسی ہو، چاہے اقتصادی ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ سودی نظام سے معاشرے کا بھلا ہوتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اسلام کا کوئی بھی حکم جب کسی چیز سے منع

کرتا ہے تو وہ اس لئے منع کرتا ہے کیونکہ اس میں معاشرے کا نقصان ہوتا ہے اور اس سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

پاکستان بننے کے بعد جس طرح ہم مقروض ہوئے ہیں اگر آپ اس پر توجہ دیں تو معلوم ہو گا کہ ان قرضوں نے ہماری قوم کو مفلوج کر دیا ہے۔ اس قوم سے وہ خودداری اور محنت کشی یکسر نکال دی گئی ہے جو قوم کا وتیرہ تھی۔ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس میں جفاکشی کا مادہ نہیں ہو گا جب اس کو سود ملتا ہے۔ قرضے ملتے ہیں اتنے آسان طریقے سے ملتے ہیں تو پھر قوم جفاکشی کو چھوڑ دیتی ہے اور ملک کی تعمیر و ترقی جفاکشی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ سود کی جو اصل مار پڑی ہے اس ملک میں وہ ان لوگوں پر پڑی ہے۔ جنہوں نے جفاکشی کو چھوڑ دیا اور ہم آسان طریقے سے کسی کے پاس ہاتھ پھیلا کر قرضے لاتے ہیں اور پھر ہم جو قرضے لیتے ہیں اگر اعداد و شمار لئے جائیں تو وہ اتنے منافع بخش نہیں رہے جتنا کہ ہم نے اس کے لئے قرضہ لیا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی کیا صورت ہو گی۔ شاد محمد صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کو اس بل کے ساتھ منتھی کر دیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر گناہ ہے۔ بری بات ہے تو اس کو آج ہی چھوڑ دینا چاہیئے اور اس کی جگہ ایسا نظام لے آنا چاہیئے جیسا کہ نظریاتی کونسل نے پہلے سے دیا ہوا ہے شراکت کے حساب سے ' تجارت کے حساب سے ' پہلے زمانے میں بھی جب بینک نہیں تھے ' پیسے سے تجارت چلتی تھی کوئی قافلہ جاتا تھا ان کو کوئی پیسہ دیتا تھا اس سے کافی منافع بھی مل جاتا تھا۔ ہم کو اس طرف نظر کرنی چاہیئے۔ اقتصادی ماہرین اس پہلو پر مغربی نظریات کو چھوڑ کر اپنے نظریات کے مطابق دماغ سوزی کریں کچھ محنت کریں تاکہ ہم ایسا نظام جس کا سود سے تعلق نہ ہو وضع کریں تاکہ ہماری معاشیات کے معاملات بھی چلتے رہیں۔ ویسے تو علماء کرام بھی موجود ہیں انہوں نے اپنی طرف سے تو جتنی آیات اور احادیث تھیں وہ کہہ دی ہیں ان الفاظ کے ساتھ میں خورشید صاحب کی اس تحریک کی تائید کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب ہم مسلمان اپنے آپ کو کہتے ہیں تو پھر ہمارا ہر فعل ' ہر قول ہر ' قدم اسی طرف اٹھنا چاہیئے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب چھتاری! میں آپ لوگوں سے درخواست کروں گا معزز ایوان کے ممبران سے ' کہ ٹائم کا خیال رکھیں۔ فنانس منسٹر صاحب نے بھی آدھ گھنٹہ بولنا ہو گا۔ wind up کرنے کے لئے۔

جناب راحت سعید چھتاری: جناب والا! جہاں مسئلہ اسلام کے احکامات قطعیہ سے متعلق ہو وہاں کوئی مسلمان اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں پروفیسر صاحب کے اس ریزولیوشن کی پرزور تائید کرتا ہوں۔

اس سلسلے میں البتہ کچھ گزارشات ہیں، جو میں پیش کرنا چاہوں گا اور ان کا سبب یہ ہے کہ مجھے وزارت خارجہ کے ایک ممبر کی حیثیت سے عرب ملک میں کام کرنے کا موقع ملا اور عرب ممالک کی اقتصادیات کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ میں نے کئی ایک علماء کے فتاویٰ پڑھے ہیں جس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ بینک کا سود ربا کی حد میں نہیں آتا اور کئی ایک مسلمان ممالک ایسے ہیں کہ جہاں یہ چیز جاری ہے۔ ہم تو نہ عالم ہیں نہ اکانومسٹ اگر یہ ربا ہے تو یقیناً ختم کر دینا چاہئے لیکن اگر علماء کی رائے میں یہ ربا نہیں ہے تو اس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔

میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یا تو پاکستان کو جید علماء کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنی چاہئے جو ان مسائل پر غور کرنے کے بعد اپنی حتمی رائے سے آگاہ کر سکے یا اسلامی کانفرنس سے یہ درخواست کی جانی چاہئے کہ اس وقت ہمارے سامنے یہ مسئلہ ہے اور اس مسئلے کے حل کے لئے ہمیں بتایا جائے کہ کیا راستہ ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جو قرضہ جات ہم نے دوسرے ممالک سے لئے ہیں ان پر ہمیں سود ادا کرنا ہے اور اگر ہمیں ان پر سود ادا کرنا ہے تو سود کا لینا اور سود کا دینا دونوں حرام ہیں۔ لیکن اردن کے کیس میں مثال کے طور پر جو ایک فتویٰ آیا تھا یہ تھا کہ بین الاقوامی قرضہ جات، جو آپ لیتے ہیں اور اس پر جو انٹرسٹ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے انگریزی میں وہ آپ ادا کرتے ہیں جسے منافع بھی کہا جا سکتا ہے تو وہ ربا کی شکل میں اس لئے نہیں آتا کہ اس قرضے سے آپ اپنے ملک کا استحصال نہیں کرتے بلکہ آپ کے ملک کو فائدہ پہنچتا ہے تو یہ تمام وہ چیزیں ہیں کہ میرے خیال میں جن کے حل کیے جانے سے بڑی حد تک یہ مسئلہ طے ہو جائے گا۔ لیکن جہاں مسئلہ شریعت کا ہے وہاں بالکل شریعت کا حکم آخر ہے اور ہم سب کو اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نواب زادہ عنایت خان صاحب۔

نوابزادہ عنایت خان: جناب چیئرمین صاحب! میں مودبانہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس موضوع پر جتنی تقاریر یہاں ہو چکی ہیں اس سے بہت اچھے طریقے سے اسکے مقاصد واضح ہو

گئے ہیں ہمارے کانوں میں اس وقت ہر طرف سے یہ آوازیں آرہی ہیں حکومت کی طرف سے ہمارے ممبران صاحبان کی طرف سے کہ ہمارا نظام اسلامی ہونا چاہئے ایک طرف تو ہم اس پر شور کر رہے ہیں کہ اسلامی نظام ہو دوسری طرف ہم واضح طور پر سمجھتے ہیں کہ بینک کا یہ جو سلسلہ جاری کیا گیا ہے یہ سراسر غلط ہے اور ہم سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے کہ ہمارے افسران بالا اور حکومت کا تمام جو کاروبار چلاتے ہیں ان کو بھی یہ علم ہے کہ یہ چیز جو ہم لے رہے ہیں اور جس طریقے سے یہ چل رہا ہے یہ بالکل سود ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے لئے، ہم تو عالم نہیں ہیں لیکن اتنی گزارش تو ضرور کر سکتے ہیں کہ یہ ایسے مسائل ہیں کہ ان کے لئے علماء کرام کی ضرورت ہے کہ وہ اس پر بیٹھیں اور فتویٰ دے دیں کہ یہ سود ہے یا نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں بہت اچھے علماء ہیں ان کی ایک کمیٹی بنائی جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ یہ سود ہے یا نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم بینک کو پیسہ دیں تو بینک ہمارا نوکر نہیں ہے کہ وہ ہمارے لئے مزدوری کرے۔ تربیلا ڈیم بنائے اور وہاں سے فائدہ اٹھا کر ہم میں تقسیم کرے۔ وہی پیسہ وہ دوسروں کو دیتا ہے اور ان سے وہ اپنا percentage لیتے ہیں اور وہی percentage پھر ہم میں بانٹتے ہیں تو یہاں تک تو ہر ایک آدمی کو علم ہے کہ اس طریقے پر ہمیں دیا جاتا ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ جس طرح نواب صاحب نے فرمایا کہ سود دینا اور لینا دونوں گناہ میں شامل ہے۔ تو ہمارے اوپر جب اتنے اربوں ڈالر کا قرضہ ہے اس کا سود جب ہم دے رہے ہیں وہ گناہ جب ہم اٹھا رہے ہیں تو ایسے صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم لے رہے ہیں سود۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب نے جس طریقے پر یہ پیش کیا ہے ہمارا ان کا ساتھ مکمل تعاون ہے اور یہ بھی ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری حکومت کے پاس کوئی متبادل نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہی پرانا سلسلہ یہ کر سکتی ہے یا ان کو بینک بند کرنا پڑیں گے اس طرح ان کے پاس کوئی دوسرا متبادل راستہ نہیں ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس کے بارے میں علماء کرام کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ ان سے فتویٰ لیا جائے تاکہ ان کے گلے پر یہ چیز آجائے کہ وہ جائز قرار دیتے ہیں یا نہیں دیتے۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے جناب چھتاری صاحب اور نواب زادہ عنایت خان سے عرض کروں گا کہ انہوں نے شاید پروفیسر خورشید کی تقریر نہیں سنی انہوں نے بڑا extensively quote کیا ہے اور علمائے کرام اور نظریاتی کونسل اور تمام حکومت کے مقرر کردہ کمیشن، تمام جتنے بھی اقتباسات ہیں وہ سارے quote کئے ہیں۔ اور یہ سارا طے شدہ ہے اور یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا مسئلہ اٹھ گیا ہے۔

جناب راحت سعید چھتاری: جناب والا! ایک ذراسی گذارش ہے کہ اور جو اسلامی ممالک ہیں ان کے سامنے بھی یہ احادیث اور آیات قرآنی اور نص صحیح موجود ہیں تو ان کے علماء نے کیسے یہ فتوے دیئے ہیں؟

قاضی حسین احمد: جناب وہ اسی طرح کے اسلامی ممالک ہیں جس طرح ہمارا یہ اسلامی ملک ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس میں ہر ایک کا اپنا اپنا نقطہ نظر ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں صرف ایک منٹ آپ سے اس وضاحت کے لئے اجازت چاہوں گا جس طرح کہ قاضی صاحب نے بھی کہا کہ چونکہ یہ چیز یہاں پر آئی ہے تو میں صرف ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ یہ بات کہ کیا چیز ربا ہے۔ اور کیا چیز ربا نہیں ہے۔ اور آیا بینک کا سود ہے سود ہے کہ نہیں، ہم اس پر آج پہلی مرتبہ گفتگو نہیں کر رہے ہیں بلکہ پچھلے ۵۰ سال سے اس ملک میں بھی اور باقی عالم اسلام میں بھی گفتگو ہوئی ہے، بحث ہوئی ہے اور جس طرح ہمارے ہاں اسلامی نظریاتی کونسل نے کام کیا ہے اسی طریقے سے اور ممالک میں بھی کام ہوا ہے اور کم سے کم پچھلے دس سال سے تمام دنیا کے مسلمان معیشت دانوں نے اس پر کام کیا ہے اور ۱۹۷۶ میں جو برتھ انٹرنیشنل کانفرنس برائے اسلامک اکنامکس ہوئی تھی جس میں ۱۶۰ اکانومسٹس نے اور تقریباً ۸۰ علماء نے شرکت کی تھی اس کی رپورٹیں موجود ہیں اس پر تقریباً ۱۲ یونیورسٹیوں کے documents of discussion آچکے ہیں اور تیس کے قریب پچھلے دس سال میں اس کے مختلف پہلوؤں کے اوپر Studies ہیں آج یہ مسئلہ کم از کم بالکل طے شدہ ہے کہ بینک کا سود 'سود ہے' انٹرنیشنل قرضوں پر ملنے والا سود 'سود ہے خواہ اس کو زراعت کے لئے استعمال کریں خواہ اس کو صنعت کے لئے استعمال کریں اور آج ہمارے سامنے اس کا ایک واضح نقشہ بھی موجود ہے کہ کس طرح نیا نظام بنایا جاسکتا ہے ہم اس

کے بعد پھر عمل نہ کریں یہ بات دوسری ہے اور عملاً مشکلات ضرور پیش آئیں گی کوئی ایسا fool proof method نہیں ہے لیکن سارا مواد موجود ہے۔ آپ کو اس سفر کا آغاز آج نہیں کرنا اگر آپ یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لئے ایک پروگرام بنا کر صحیح عزم کے ساتھ اقدام کرنا ہے۔

میر نبی بخش زہری : جناب والا! میں آپ کی اجازت سے چند منٹ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں اپنے محترم وزیر خزانہ صاحب کو اس وقت مبارکباد بھی دیتا ہوں یہ نئے وزیر بن گئے ہیں مجھے بڑی خوشی ہے۔ ہمارے دوستوں میں سے ہیں اور اس وقت اس مسئلہ پر کچھ ہمارے معزز ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے میں نے علمائے کرام سے کچھ اخذ کیا گو کہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ عالم دین ہو جاؤں اور میں آیات قرآنی کا حوالہ دوں یا ان کانفرنسوں کا حوالہ دوں جن کا حوالہ پروفیسر خورشید صاحب نے دیا ہے مگر اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمیشہ سچ سچ ہوتا ہے اور جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے ایک جھوٹ بولنے کے لئے کئی درجن دفعہ دوبارہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے تا کہ اس کو ثابت کیا جائے مگر جتنا بھی اس کے برعکس کہا جائے تو ہر ایک سمجھتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا کوثر نیازی صاحب نے مثال پیش کی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اس کو اس انداز سے کریں یا کسی اور انداز سے کریں وہ سود، سود ہی ہوتا ہے تو لوگوں کی یہ مشکلات ہیں۔ میں ایک لفظ یہ عرض کروں گا کہ اگر گولی جس کو بلٹ کہتے ہیں سامنے سینے سے لگے پار ہو یا پیچھے سے لگے اس طرف نکلے گولی تو لگ گئی اور گولی کا نشانہ بن گیا۔ میں اس سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ جو رقم باہر سے لیتے ہیں یا کسی طرح سے انتظامیہ کے اخراجات ہوتے ہیں بینکوں کے یا کسی کارپوریشن سے تو آخر یہ کہاں سے لائیں تو اس کا طریقہ کار بھی ڈھونڈنا چاہئے۔ مگر میں اتفاق کرتا ہوں کہ یہاں اگر یہی فیصلہ ہے کہ اسلام کے مطابق اور قرآن کے مطابق ہمیں اس ملک کو چلانا ہے اور ہماری قانون سازی میں یہ ہے تو ہمیں بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کو درست کرنا ہے۔ میں اس امر کی تائید کرتے ہوئے کہ اسے اسلام کے مطابق ہونا چاہئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ، جناب وزیر خزانہ!

میاں محمد یاسین خان وٹو : جناب چیئرمین! میں معزز سینٹر حضرات کا مشکور ہوں انہوں نے بہت اعلیٰ معیار کی تقاریر فرمائیں اور خاص طور پر ان تقاریر کا اثر اور اہمیت اس وجہ سے بھی دوبالا ہو گئی کہ ان تقاریر میں خلوص، جذبہ اور نیک نیتی شامل تھی۔ جناب والا! آپ کی اجازت

سے معزز ارکان کی خدمت میں عرض کروں گا اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس جذبے' جس خلوص اور جس نیک نیتی کے ساتھ یہ ارشادات فرمائے گئے ہیں اسی خلوص اسی جذبے اور اسی نیک نیتی سے میں نے ان تقاریر کو سنا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے معزز اراکین کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کے قیمتی مشوروں سے حکومت کی آئندہ مالی پالیسیوں میں ان سے استفادہ کروں گا اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یوں کہوں گا ان کے مشوروں کے قیمتی موتیوں کو میں اپنی پالیسیوں اور اپنے فیصلوں میں اس طرح سجاؤں گا کہ جس کے بعد میرے وہ فاضل دوست جو آج کسی بنا پر ناخوش ہیں مجھے امید ہے کہ ہم انہیں یقین دلاسکیں گے' انہیں اطمنان دلاسکیں گے کہ ان کی خواہشات کے مطابق ہم نے پالیسیاں تبدیل کی ہیں۔ جناب والا! پاکستان میں ایک مسئلے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم اسلام چاہتے ہیں اور ہم اسلام کی روشنی میں اپنی حکومت کے تمام فیصلے اس طریقے سے کرنا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کے سامنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوں۔

جناب والا! ہمیں بہر صورت آج کی دنیا کے جس میں ہم زندہ رہ رہے ہیں معروضی حالات کو بھی سامنا رکھنا ہو گا۔ آج جس دنیا میں ہم رہ رہے ہیں جس دنیا میں مالی قوت اور سیاسی قوت شاید ایسے ممالک کے پاس ہے کہ ان کے فیصلے ہمارے فیصلوں کو زیادہ متاثر کرتے ہیں بمقابلہ اس بات کے کہ ہمارے فیصلے انہیں متاثر کریں۔ آج ساری دنیا میں تمام مالی اور اقتصادی قوت رکھنے والے ممالک میں سود کا نظام رائج ہے۔ ہمیں جو نظام وراثت میں خود اپنے ملک میں ملا اس میں بھی جناب والا! سود رائج تھا۔ لیکن ہم نے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک بہت بڑا جہاد' ایک بہت بڑی جنگ اس دنیا کے نظام کے مقابلے میں شروع کی ہے جس دنیا کے نظام نے ہر جگہ کو اس وقت مالی طور پر متاثر کیا ہوا ہے۔

ظاہر ہے جب کوئی بڑا اہم کام کیا جاتا ہے جب پہلی دفعہ اس خلوص نیت کے ساتھ کوشش کی جاتی ہے جس کے ساتھ اب پاکستان کی حکومت کوشش کر رہی ہے کہ سود کے نظام کو' ربا کے نظام کو ختم کیا جائے۔ اس معاملے میں قدم قدم پر دقتیں ہیں' قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ لیکن ہم ان مشکلات سے کسی صورت ڈرتے نہیں ہیں ہم ان مشکلات سے کسی صورت متاثر نہیں ہوتے۔ ہم خدا کے فضل و کرم سے اس کوشش کے لئے ہمیشہ' ہر عمل میں ہر مشکل کو

آسان کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ جناب والا! اب صورت حال یہ ہے جس طرح خود فاضل مقرر سینٹر پروفیسر خورشید احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کچھ اقدامات ہوئے ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ عملی دقتیں ہیں۔ میں ان دوستوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جو اقدامات جہاں جہاں ممکن ہوسکے ہیں کئے جا چکے ہیں کیے جا رہے ہیں اور جہاں کہیں وہ محسوس کرتے ہیں کہ اقدامات نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ عملی دقتیں موجود ہیں نہ نیت کی کمی ہے اور نہ عمل کی کمی ہے۔ اگر کسی جگہ پر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو جناب والا! میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشا اللہ میری ہر ممکن کوشش ہوگی، پاکستان کی حکومت کی ہر ممکن کوشش ہے۔ وزیر اعظم صاحب اس سلسلے میں واضح اعلانات فرما چکے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم ہر وہ قدم اٹھائیں جس سے ہم اسلام کی پالیسیوں اور اسلام کے نظام پر عمل پیرا ہوسکیں۔

جناب والا! اس سلسلے میں کچھ پالیسیاں ایسی ہیں جن کے بارے میں عمل در آمد ہوچکا ہے۔ کچھ پر عمل ہو رہا ہے۔ کہیں کوتاہیاں بھی ضرور ہیں۔ کہیں مزید کام کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ یہ سارے کام پہلی دفعہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے سامنے اتنی واضح مثالیں موجود نہیں ہیں جتنی واضح مثالیں ہمیں مدد دیں سکیں۔ آپ یوں سمجھیں ہم ایک صورت میں اقوام عالم کو اسلام کے اس عظیم نظام کے بارے میں ہدایت کی وہ روشنیاں پیش کر رہے ہیں جن روشنیوں پر ہمارا ایمان اور اعتقاد ہے۔ اس سلسلے میں اگر کہیں دقتیں پیش آئیں تو میرے دوست میرے ساتھی اس قوم کے نمائندگان میری مدد فرمائیں۔ میرے کان ہر وقت ان ارشادات کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ جس طرح ہمارے ہادیٔ انسانیت نے ہمارے لئے ارشاد فرمایا کہ آپس میں مشورہ کر لیا کرو کیونکہ مشوروں سے بات زیادہ آگے بڑھتی ہے۔ اگر دس آدمیوں کو مسئلے کا حل نہیں سوجھ رہا۔ تو گیارہواں دوست ہمیں اس مسئلے میں ہدایت کی کوئی نئی چیز دکھا سکتا ہے۔ میں ہر وقت آپ کے مشوروں کا محتاج ہوں گا۔ اور میں ہر وقت آپ کے مشوروں کی طرف کان لگائے رکھوں گا اور اپنے فیصلوں میں آپ کے مشوروں کو ہمیشہ انشاءاللہ شامل کروں گا۔ آپ کو اس جذبے کے بارے میں پھر یقین دلاتا ہوں کہ ہماری ہر ممکن کوشش ہوگی کہ ہماری تمام تر پالیسیاں اسلام کے مطابق ہوں اور جو چیز علماء کے فتوے کے

مطابق اور اجتہاد کے بعد جس پر ہمارے ماہرین اور ہمارے علماء کا اتفاق ہو جائے کہ یہ چیز ربا ہے اور یہ ربا نہیں ہے وہاں سے آگے بات کی حد ختم ہو جائے گی' جو چیز ربا ہو گی' ہم اسے ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں اختلاف رائے ہو گا۔ وہاں ہم اختلاف رائے کے بعد جو فیصلہ اجتہاد کے بعد ہو گا انشاء اللہ اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب والا! میرے نہایت قابل احترام دوست جناب مولانا کوثر نیازی صاحب نے ارشاد فرمایا' میں اس بات کا ذکر خاص طور پر اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ اس نظام سے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سود کے سلسلے کو ختم کیا جائے۔ اس میں مولانا کے کئی اعتراضات تھے اس پر عمل درآمد میں کسی کو دقت ہو رہی ہے تو انشاء اللہ ہم اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن صورت حال جناب والا! یہ ہے کہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن ملکیت میں حصہ دار کی حیثیت سے سرمایہ فراہم کرتی ہے اور واپسی کی اقساط میں دو عناصر ہوتے ہیں۔ ایک اصل زر کی قسط اور دوسرا کرایہ میں حصہ' اس کے علاوہ یہ کارپوریشن اور کچھ وصول نہیں کرتی' اس کی مزید تفصیل بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن جناب والا! میں معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا' صرف ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کروں گا' کہ وزارت خزانہ نے یہ ایک کتابچہ جاری کیا ہے جس کے بارے میں' میں نے آج ہی وزارت خزانہ کو احکام جاری کر دیئے ہیں اس کی ایک ایک نقل تمام سینٹر صاحبان کو اور تمام ممبران قومی اسمبلی کو فراہم کر دی جائے تاکہ اس چیز کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے مزید ارشادات سے ہمیں فائدہ پہنچ سکے۔ اس میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے بارے میں بھی ایک پیراگراف ہے۔ آپ ملاحظہ فرمالیں گے تو میرے خیال میں بہت سارے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے لیکن اگر کہیں غلطی ہے تو ہم اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ جناب والا! مجھے بڑا احساس ہے کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ آپ کی اجازت سے تحریر کے کچھ حصے پڑھ کر سنانے کی اجازت چاہوں گا یہ انگریزی میں ہے اور اس کا ترجمہ فوری طور پر ممکن نہیں ہو گا۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

According to the programme for elimination of 'Riba' from the banking system of the country, as announced in the budget speech for 1984-85, banks have been precluded from accepting interest-bearing deposits on or after 1st July, 1985. The deposits accepted by them on and after the said date are on PLS basis except deposits received in

current account on which no return is given by the banks. Consequently, the banks held surplus liquidity on their PLS deposits which they could not invest in non-interest advances because of the credit ceiling constraint. Keeping such funds uninvested it would have seriously reduced the return payable to PLS deposits. Therefore the banks and development financial institutions were permitted by the State Bank to invest their PLS funds in Government securities including treasury bills.

The question whether 'Riba' is involved in such transactions as borrowing by Government from the State Bank of Pakistan and commercial banks, borrowing by Government from individuals by floating loans or selling certificates of various types and inter-governmental borrowings did engage the attention of the Government. The Finance Minister, my predecessor in his Budget Speech for 1984-85, referring to these transactions raised some conceptual issues in these words.

> "In particular, it is arguable whether interest paid on borrowing by Government from banks wholly owned by it can be regarded as 'Riba' or interest recorded by it on loans made to public sector corporations owned by it is 'Riba'. Such transactions are merely in house accounting and control arrangements and have no exploitative element. Then again, can any reward or return paid by Government to savers who make their savings available to the nation, be regarded as 'Riba'. If so, will it be appropriate if instead of a fixed return, the savers are paid a return related to the nominal growth registered by the economy as a whole or the profit realised by any undertaking to which savers' funds are specifically allocated by Government. How should the savers be compensated for deterioration in the value of their savings due to inflation?
>
> If loans by Federal Government to the provincial governments are made interest free, will it not confer undue advantage on those provinces whose borrowing

per capita is higher? Will such free funds not encourage investment in unproductive ventures? What new criteria should be laid down for project evaluation while keeping in view this factor? Since Federal Government will be giving a return to savers to mobilise resources and will not get anything in return from the province to which funds are made available a review of the distribution of financial resources between the Federal Government and the province will also be relevant."

As on 26th December, 1985, the PLS funds invested by banks in Government papers and treasury bills amounted to Rs. 23 billion (24 per cent of total PLS funds of Rs. 97 billion on that date). Thus the permission to banks to invest in Government papers and treasury bills provided an avenue for the banks to invest their funds which would have otherwise remained idle.

Similarly, an amount of about Rs. 11 billion annually becomes available to the Federal Government through investment received in various savings schemes. In case these schemes are abandoned the Government will be deprived of an important source of collecting finances through domestic savings on one hand and will have to find Rs. 57 billion to pay back to the investors of the savings schemes on the other. It was because of these unresolved conceptual issues and the importance and nature of banks' investment in Government papers and investment in savings schemes that the Finance Minister in his budget speech 1985-86 announced that:—

". . . . . it appears from such examination of the issue as has been feasible that the return paid against borrowing Government on its borrowing is from the highest authority in the land to its citizens. It is not a transfer from the poor to the rich.

The Government obtains such loans for defence, economic infrastructure and social welfare which do not give any direct financial return, although the benefit is shared by the public at large. It would be unfair if the saver is not given any return on the funds provided by him to the nation. By no stretch of imagination can it be

argued that the saver is exploiting the Government. The return obtained by the saver is a reward for performing a valuable national service. Similarly the prize bonds have no element of interest on gambling. The principle invested in such bonds is never at risk. Savers are only awarded prizes on random basis through the drawing of lots. It is accordingly proposed that the scheme of Government borrowing including longer term bonds and treasury bills, saving certificates, prize bonds, *Khas* Deposit and small saving accounts of various types may be continued in their present form. We also feel that there is no need for making any change in the financial arrangements between the Federal Government and the Provincial Government and between these governments and the bodies corporate under their control such as State Bank of Pakistan and WAPDA. This is merely accounting adjustment without real transfers and creates no injustice."

It is, therefore, arguable to say the least, as to whether financial instruments of the Government and the return paid by Government on funds invested by banks and financial institutions (which are owned by Government) in Government securities and treasury bills involve Riba.

It may be pointed out that the Council of Islamic Ideology while recommending that after the abolition of interest, fresh market loans carrying a fixed rate of return will no longer be issued by the Federal and provincial governments has also recognised the difficulty in following terms:—

"It would be difficult to raise resources on profit/loss sharing basis as most of the items of Government expenditure are not amenable to equity financing. The borrowing requirements of the Government will, therefore, have to be met largely from the state Bank on interest-free basis. The Council recommends that the State Bank may provide necessary accommodation to the Government for medium and long terms. However, it must be ensured that injection of high-powered central bank money into the economy is kept within safe limits."

The Council has in fact posed a question and we have to find a viable and tenable solution to the existing situation. Also, while discussing the treasury bills on tap, the Council has this to say:

> "Treasury bills on tap are also interest-bearing and their maturity period is three months. Since they are easily discountable with the State Bank they are purchased mainly by Commercial banks to earn some income on short-term funds pending their utilization in more remunerative and higher yielding assets. After the abolition of interest, there would be no viable basis for issue of treasury bills on tap in the market. Their issue would, therefore, have to cease and the Government could instead have recourse to short-term borrowing from the State Bank. The commercial banks may use their short-term funds, presently invested in treasury bills, in the inter-bank call money market on profit/loss sharing basis."

It would again be seen that this does not provide the actual solution to the investment of excess liquidity by the commercial banks as a whole. The problem arises from the fact that the funds available with the banks as a whole are surplus to the total avenues of investment including the inter-bank call money market, available to them.

We cannot content ourselves by saying that the concept of Riba embraces such transactions. We cannot leave the problem at that. We need at the same time to provide practical, concrete, viable and sustainable alternative measures which would replace the existing arrangements. Suggestions in this regard will be welcomed by the Government.

جناب والا! جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ ہماری حکومت کی بھرپور کوشش ہوگی کہ ہم ربا کو ہر حیثیت میں ختم کریں لیکن ہم اس کو بتدریج ختم کر سکیں گے ہم ہر وقت اس چیز کی کوشش کرتے رہیں گے، کہ بین الاقوامی اور ملکی حالات کے مطابق ہم اس پالیسی پر عمل در آمد کر سکیں لیکن آپ کی وساطت سے میں یہ عرض کروں گا کہ اس کے لئے ہمیں عملی مشکلات کو عملی طور پر حل کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں ہو سکتا ہے کہ کوئی غلطی ہو۔ اس کی اصلاح ہوگی اور

کہیں کبھی بامر مجبوری کچھ دیر ہو کیونکہ ایک اتنے بڑے نظام کو ایک دوسرے عظیم نظام کی طرف لاتے ہوئے کچھ عملی دقتیں ہوں گی جن کی بنا پر کسی جگہ ایسی صورت پیش آ سکتی ہے کہ کوئی معاملہ جو اہم ہو اس میں کچھ وقت لگتا ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ جناب معزز ارکان کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اجلاس کو ۱۲ فروری ۱۹۸۶ شام ساڑھے چار بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

[*The Senate then adjourned to meet again at half past four of the clock in the evening on Wednesday, February 12, 1986.*]

PCPPI–2356(86)Senate–16-4-87–300.